یزید کی شخصیت

اہلِ سنت کی نظر میں

از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہٗ

ناصبیت کا شجرہ خبیثہ جس کا بیج محمود احمد عباسی نے "خلافت معاویہ ویزید" لکھ کر بویا تھا، اب برگ و بار لا رہا ہے اور اس فتنہ سے متاثر لوگوں کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ خود پیش دستی کر کے اہل علم کو چھیڑتے ہیں۔ ہماری نئی نسل میں جو لوگ تاریخ کے اسکالر کہلاتے ہیں عربی نہ جاننے کے سبب چونکہ انکی رسائی اصل مآخذ و مراجع تک نہیں، اس لئے سب سے پہلے اس فتنہ سے یہی متاثر ہوئے عربی مدارس کے طلباء و اساتذہ کی اکثریت بھی علم تاریخ سے نا آشنا ہے۔ اس لئے ان کی خاصی تعداد بھی اس فتنہ کا شکار ہو گئی اور اب کیفیت یہ ہے کہ عوام تو کیا بہت سے مولوی بھی اس فتنہ کے داعی بن چکے ہیں۔

ماہ جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۰۱ھ ہجری میں مولانا مفتی ولی حسن خانصاحب ٹونکی نے ہمیں یہ استفتاء دیکر فرمایا کہ اس کا مفصل جواب آپ تحریر کر دیجئے۔ چنانچہ مولانا کے فرمانے کے مطابق بعجلت ممکنہ اس کا جواب قلم بند کر دیا گیا۔

چونکہ استفتاء میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے بھی ایک فتوی کے متعلق دریافت کیا گیا تھا۔ اس لئے ہم نے سائل کو لکھا تھا۔ کہ وہ فتوی ہمیں بھیج دیا جائے۔ اس کے تقریباً ایک ماہ بعد ایک مطبوعہ پمفلٹ آٹھ صفحات پر مشتمل "حضرت یزید بن معاویہ رضی سے متعلق ایک اہم استفتاء، اور اس کا جواب" نامی ہمیں موصول ہوا

www.ahlehaq.com

یہ پمفلٹ پہلے "مجلس عثمان غنی کراچی ۳۱" سے شائع ہوا تھا۔ اور اب "انجمن تحفظ ناموسِ صحابہ لاہور" سے شائع ہوا ہے۔ ہمارے پاس موصول شدہ قلمی استفتاء اور مطبوعہ پمفلٹ کا مضمون واحد ہے۔ البتہ سوالات میں بعض جگہ تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے۔ اور کہیں کہیں الفاظ میں معمولی تبدیلی بھی۔ مطبوعہ پمفلٹ میں مولوی محمد صابر، نائب مفتی دار العلوم کراچی نمبر نانک واڑہ کے نام سے ان بارہ سوالات کے جواب میں کل یہ چند سطور درج ہیں۔

"امیر یزید مومن تھے۔ اور از روئے حدیث بخاری شریف "مغفور لھم" میں داخل ہیں۔ ان کو کافر کہنا اور لعن وطعن کرنا ہرگز جائز نہیں۔ کسی مسلمان کو بلا دلیلِ شرعی کافر کہنے سے کہنے والے پر کفر لوٹتا ہے۔ اس سے سخت احتیاط کرنی چاہیئے۔ ایسے نظریات رکھنے والے امام کے پیچھے بلاشبہ نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اور پھر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے "الجواب صحیح" کے الفاظ درج ہیں۔

پہلے قلمی استفتاء کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ اور اس کے بعد بالتفصیل نمبر وار ہر سوال کا جواب پڑھتے جائیے۔ واللہ الہادی

محمد عبد الرشید نعمانی۔ ۶ر صفر ۱۴۰۲ھ شب جمعہ

www.ahlehaq.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مندرجہ ذیل حقائق پر مبنی نظریات رکھتا ہے۔

اول:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ مدینۃ الروم قسطنطنیہ پر جہاد کرنیوالے لشکر کے لئے مغفرت ہے اور امیر یزید مرحوم اس لشکر کے کمانڈر تھے۔ لہٰذا اس مغفرت میں وہ بھی شریک ہیں۔

(الف) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مدینۃ قیصر مغفور لھُمْ ۔ (بخاری شریف جلد ۱۔ ص ۴۱۰)

ب) قال محمود بن الربیع فحدثتھا قوماً فیھم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ التی تُوُفِّیَ فیھا و یزید بن مُعَاوِیَہ عَلَیْھِمْ بِاَرْضِ الرُّوْم (بخاری شریف، ج ۱ ص ۱۵۸۔)

دوم:۔ بہت سے صحابہ کرام نے امیر یزید مرحوم سے بیعت خلافت کی۔ اور اس پر قائم رہے منجملہ ان کے (۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ (۳) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ (۴) حضرت نعمان بن بشیرؓ (۵) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۶) وغیرہم۔ اگر امیر یزید کافر یا فاسق و فاجر اور شرابی و زانی اور دشمن دین ہوتے۔ تو یہ حضرات صحابہ کرامؓ ان کے ہاتھ پر ہرگز بیعت فرماتے۔ اگر یہ بات مانی جائے۔ تو ان صحابہؓ پر کفر و فسق نوازی اور فجور و بدذینی کی سرپرستی و تعاون کا بڑا بھاری الزام آئیگا۔ اور یہ سراسر قرآن کریم کے بیان کردہ اس وصف کے خلاف ہے۔ جو جماعت صحابہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ

وَالفُسُوقَ وَالعِصیان۔ اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ (سورہ حجرات، پارہ ۲۶)

(ج) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے امیر یزید کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کی ہے۔ انا قد بایعنا هذا الرجل علی بیع الله ورسوله۔ (بخاری شریف، جلد ۲، صفحہ ۱۰۵۳)

سوم: حضرت محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی نے نہ صرف امیر موصوف کی بیعت کی۔ بلکہ ان پر عائد کردہ الزامات شراب نوشی، ترک نماز، حدود الٰہی سے تجاوز کرنا وغیرہ الزامات کی پُرزور تردید فرمائی۔ کہ میں خود امیر یزید کے پاس رہا ہوں۔ لیکن میں نے ہمیشہ انہیں پابند نماز اور سنت رسول پر مضبوطی سے کاربند بھلائی اور مسائل فقہ کا جویاں پایا۔

(د): وَقَدْ حَضَرْتُهُ وَاَقَمْتُ عِنْدَهُ فَرَاَيْتُهُ مُوَاظِبًا عَلَى الصَّلٰوةِ متحریًا للخیر یسأل عن الفقه ملازمًا للسنة (البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۳۔ بحوالہ المنتقی صفحہ ۲۸۱) بلکہ آپ نے الزام لگانے والوں سے بحث و مناظرہ کیا۔

(ھ) قد سار ... محمد بن الحنفیة فی ذالك فامتنع من ذلك اشد الامتناع وناظرهم فی یزید ورد علیهم ما اتهموه من شرب الخمر وترکه بعض الصلوات (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۱۸)

چہارم: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی کو جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی۔ اول توان کے لئے دعا کی۔ اور پھر امیر یزید کو آپ کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی امیر یزید کی بیعت واطاعت کا حکم فرمایا۔ اور خود بھی بیعت میں داخل ہوگئے

(و) وان ابنه یزید لمن صالحی اهله فالزموا مجالسکم واعطوا طاعتکم وبیعتکم فمضی فبایع (بلاذری الامامة والسیاسه، جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

پنجم: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابوبکر بن عربی رح فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الزہد،، میں امیر یزید مرحوم ومغفور کا ذکر زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرے میں بیان فرمایا ہے۔ جن کے وعظ وفرمان سے ہدایت حاصل کیجاتی ہے اور امیر یزید کے خطبے کے چند جملے بھی نقل کئے ہیں، اور ساتھ ہی اُن لوگوں کو شرم دلائی ہے جو آپ پر شراب نوشی اور فسق وفجور وغیرہ کا اتہام لگاتے ہیں۔

وهذا يدل على عظيم منزلته عنده حتى يدخله في جملة الزهاد من بعد الصحابة والتابعين يقتدي بقولهم ويرعوي من وعظهم نعم وما أدخله الا في جملة الصحابة قبل أن يخرج الى ذكر التابعين فأين هذا من ذكر المؤرخين له في الخمر وانواع الفجور ألا يستحيون (العواصم من القواصم

صفحہ ۲۳۲)

ششم: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ امیر یزید نے نہ تو سیدنا حسین رض کے قتل کا حکم دیا۔ اور نہ ہی اس پر رضامند تھے۔ جو شخص اُن پر الزام لگائے ۔ وہ حد درجہ ابلہ اور احمق ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ امیر یزید پر رحمۃ اللہ علیہ کہنا صرف جائز نہیں۔ بلکہ مستحب ہے۔ اور چونکہ مومن تھے۔ اس لئے ہر نماز میں مومنین کی مغفرت والی دعا میں شامل ہیں۔

(ح) واما الترحم عليه فجائز بل هو مستحب بل هو داخل في قولنا في كل صلوة اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات فإنه كان مؤمنا والله اعلم كتبه الغزالي (تاریخ ابن خلقان۔ جلد ا صفحہ ۴۶۵۔)

ہفتم: امیر یزید سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ طیار کے داماد ہیں۔ کیونکہ سیدہ ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر اُن کے نکاح میں تھیں۔ اس رشتے سے آپ سیدنا حسین رض کے بھتیجے داماد ہوتے ہیں۔ "جمہرۃ الانساب" ابن حزم۔

ہشتم: سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی سیدہ اُم مسکین بنت عاصم بھی امیر موصوف

www.ahlehaq.com

کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ اس رشتہ سے آپ خلیفہ دوم کے پوتے داماد ہوتے ہیں۔ (انساب الاشراف، کتاب المعارف۔

نہم | سیدنا علی بن حسین المعروف بہ زین العابدین کربلا کے واقعہ میں موجود تھے۔ وہاں سے دمشق گئے۔ اور امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ بلکہ واقعہ کربلا سے تین برس بعد واقعہ حرّہ کے موقع پر امیر یزید کا حسن سلوک دیکھ کر اُن کے حق میں ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے۔ (بلاذری، طبقات ابن سعد)

دہم | واقعہ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اموی سادات میں ہوتی رہیں۔ انکی اُن میں جس کے ثبوت سے کتب تواریخ و انساب پر ہیں۔

یازدہم | سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفہ کے ان شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو امیر یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا۔ جن کے نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوئے۔ اور کبھی جنگ جمل اور صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ جن کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی توہین و تحقیر سے بھی انہیں کے نامۂ اعمال سیاہ اور دامن داغدار ہیں۔ اور جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو تقریباً چار ماہ کی مسلسل کوشش بصورت خطوط اور وفود کی بھرمار سے یہ باور کرا دیا۔ کہ امیر یزید اُمت کے متفق علیہ خلیفہ نہیں۔ بلکہ ملت کی متعدد جماعت ان کی خلافت سے مطمئن نہیں۔ تو اب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا ارادہ فرمایا۔

(۱) سیدنا عبداللہ بن عباس (۲) عبداللہ بن عمر۔ (۳) عبداللہ بن جعفر۔ (۴) جابر بن عبداللہ (۵) ابو واقد اللیثی، (۶) محمد بن الحنفیہ وغیرہم حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس ارادہ سے منع فرمایا۔ کہ وہ ایسا ہرگز نہ کریں۔ اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ دھوکہ بازی کرنیوالے کوفیوں

www.ahlehaq.com

کی بات مان کر امت میں افتراق وانتشار کی راہ نہ کھولیں۔ اور اپنے آپ کو اس ہلاکت انگیز اقدام سے باز رکھیں۔ لیکن افسوس کہ آپ نے کسی کی نہ مانی۔ اور کوفیوں کے خطوط اور وفود اور انکی طلب پر کوفہ روانہ ہو گئے۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان مدعیان وفاداری نے وہی کچھ کیا۔ جو مذکورہ حضرات نے ماضی کی تاریخ کے پیش نظر آپ کو روکتے ہوئے کہا تھا جب آپ نے جان لیا۔ کہ امیر المؤمنین یزید کی بیعت پر تمام اُمت وملت متفق ہے جس کے فیصلے وعمل کا استخفاف ممکن نہیں۔ تو آپ اپنے ارادے سے دست بردار ہو گئے اور پہلے موقف سے رجوع فرما کر فوج افسر عمر بن سعد کے ذریعہ گورنر کوفہ کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں۔

اول:۔ مجھے واپس جانے دیا جائے۔

دوم:۔ اسلامی سرحد پر جہاد کے لئے بھیج دیا جائے۔

سوم:۔ یا پھر مجھے دمشق بھیج دیا جائے۔ تاکہ میں اپنے ابن عم (چچازاد بھائی امیر یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر معاملہ کو اس طرح طے کر لوں جس طرح میرے بھائی حسن رض نے حضرت امیر معاویہ کے ساتھ کیا تھا۔ فاضع یدی فی یدہ۔ (تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۳۵، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۷۵، ابن اثیر، ج ۴، ص ۲۴، الاصابہ لابن حجر۔ ص ۱۷، تاریخ الخلفا للسیوطی ص ۱۴۰، راس الحسین لابن تیمیہ ص ۲۰ وغیرہ)

دوازدہم:۔ سیدنا حسین رض کے اس خروج کو بغاوت کا نام دینا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اجتہادی سیاسی خطا تھی۔ جس کا صدور ہر بڑے سے بڑے شخص سے ہو سکتا ہے۔ اور اس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور اُن کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سوائے آپ کے خاندان کے چند نفوس کے کسی صحابی نے اس خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ اس وقت ہر شہر میں خاصی تعداد اصحاب کرام کی موجود تھی اور

اس لئے سیدنا حضرت حسین رضہ نے حقیقت کھلنے پر امیر یزید کی بیعت خلافت کا اعلان فرما کر وابستگی اختیار فرمائی۔ اب یہ کوفی سبائیوں کی سوچی سمجھی اسکیم تھی۔ کہ لڑائی میں پہل کر کے صلح کو پورا نہ ہونے دیا۔ اور امت کو اس عظیم سانحہ اور مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اب قیامت تک شاید ہی اس سے چھٹکارا مل سکے۔ الحاصل ان تمام امور کو دیکھتے ہوئے۔ امیر یزید مرحوم پر لعن وطعن کرنا۔ یا ان کی تکفیر وتفسیق کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اور نہ ہی انہیں واقعہ کربلا کا ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس عظیم سانحہ جانکاہ کی واحد ذمہ دار کوفہ کی وہ سبائی پارٹی ہے۔ جن پر سیدنا حضرت حسین رضہ نے مشفقین اور محبین کے خیر خواہانہ مشورے چھوڑ کر اعتماد کیا۔ اب

سوال :۔ یہ ہے۔ کہ یہ باتیں کہاں تک درست یا غیر درست ہیں قطع نظر غیر مستند تاریخی روایات کے کیا یہ مذکورہ امور بالا اپنی جگہ ناقابل انکار حقائق ہیں یا نہ۔

سوال :۔ ایسے نظریات رکھنے والے شخص کی تکفیر یا تفسیق وتضلیل جائز ہے۔ یا نہ

سوال :۔ اگر کوئی شخص ان امور کو اسلاف کرام پر زبان دراز کئے بغیر درست مانتا ہو۔ تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

سوال :۔ معلوم ہوا ہے۔ اسی استفتاء کا جواب مذکورہ بالا امور کی تائید میں ۱۴ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ میں دار العلوم کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (مرحوم) کی ماتحتی میں دیا جا چکا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ بینوا بالدلائل القطعیہ وتوجروا بالاجر العظیم

فقط والسلام

ابو الارشد محمد اسمٰعیل جاروی خطیب جامع مسجد مدینہ طیبہ

سیکٹر بی۔ ۱۵ کورنگی نمبر ۶، کراچی۔

۱۴ صفر المظفر ۱۴۰۰ ہجری، ۲۳ دسمبر ۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد:۔

استفتاء کا اجمالی جواب

اہل عدل سے محبت اور اہل جور سے بغض اہلسنت کا طریقہ ہے۔

امام طحاوی نے فقہاء ملت امام ابوحنیفہ رح امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے عقائد کو ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ جو "العقائد الطحاویہ" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ یہ رسالہ مصر اور ہندوستان میں بارہا طبع ہو چکا ہے۔ اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ اور مملکت سعودیہ میں داخل درس بھی ہے۔ اس میں ان حضرات ائمہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے

ونحب أهل العدل والأمانة ونبغض اهل الجور والخيانة	اور ہم اہل عدل و امانت سے محبت کرتے ہیں۔ اور اہل جور و خیانت سے بغض رکھتے ہیں۔
(ص ۱۱ طبع دیوبند)	

یہ وہی عقیدہ ہے۔ جس کے بارے میں حدیث پاک میں تصریح ہے

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ أَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَد استكمل الايمان	جس نے اللہ کے لیے محبت رکھی اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھا۔ اور اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے نہ دیا۔ اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔
(مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۴)	

اسی ہدایت کے مطابق "عقیدہ طحاویہ" میں یہ بھی مصرح ہے۔ کہ

ومَنْ احسن القول فى اصحٰب رسول الله صلى الله عليه وسلم وازواجه	جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، آپؐ کی ازواج، اور آپؐ کی ذریات کے بارے میں اچھی رائے رکھتے

وَذُرِّيَاتِهٖ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ (ص ۸)

وہ نفاق سے بری ہے

اجمالی جواب اب سائل نے حضرت حسین اور یزید کے مابین محاکمہ کر کے جو بارہ سوالات قائم کئے ہیں۔ اور پھر ان کو حقائق کا نام دے کر یہ پوچھا ہے "کہ امیر یزید پر لعن وطعن کرنا درست ہے یا نہیں۔"

اس کے بارے میں اجمالی جواب تو یہ ہے۔ کہ حضرت حسینؓ اور جملہ اہل بیت نبوی سے محبت رکھنا۔ اور ان کی تعظیم وتکریم کرنا تقاضائے ایمانی ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی رح "تکمیل الایمان" میں جو عقائد پر اُن کی مشہور تصنیف ہے۔ فرماتے ہیں۔

وفاطمۃ سیدۃ نساء أھل الجنۃ والحسن والحسین سیدا شباب أھل الجنۃ

اور حضرت فاطمہ رض جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسین رض جوانان جنت کے سردار ہیں

ما ایں مسئلہ را علیحدہ در عقائد ذکر کردہ ایم از جہت قطعیت وے بر رغم ایں نادانان کہ قطعیت بشارت را مخصوص بعشرہ مبشرہ دارند و ہمچناں کہ علماء بر رغم رفضہ اہتمام بشان عشرہ کردہ بہ تخصیص ذکر کردہ اند۔ اگر بر رغم ناصبیہ اہتمام بذکر ایں سر تن پاک وذکر فضائل

ہم نے اس مسئلہ کو اس کے قطعی ہونے کی بناء پر مستقل طور سے عقائد میں ذکر کیا ہے۔ ان نادانوں کے علی الرغم کہ جو صرف عشرہ مبشرہ ہی کے بارے میں جنتی ہونے کی بشارت کو قطعی سمجھتے ہیں۔ اور جس طرح کہ علماء نے روافض کے علی الرغم عشرہ مبشرہ کے اہتمام شان کے پیش نظر بالتخصیص ان کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اگر نواصب کے

اہل بیت نبوت کنند نیز مناسب باشد۔ (ص ۶۶، ۶۷ طبع مجتبائی دہلی)

علی الرغم ان تینوں حضرات کیے بھی ذکر کا اہتمام ہو۔ اور اہل بیت نبوت کے فضائل بھی ذکر کریں تو یہ بھی مناسب ہوگا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''التفہیمات الالٰہیہ،، میں عقائد اہل سنت والجماعت پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں۔

ونشهد بالجنة والخير للعشرة المبشرة وفاطمة وخديجة وعائشة والحسن والحسين رضي الله عنهم ونوقرهم ونعترف بعظم محلهم في الاسلام (ج ۱، ص ۱۴۸)

اور ہم جنت اور خیر کی شہادت دیتے ہیں۔ حضرات عشرہ مبشرہ اور حضرت فاطمہ اور حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے حق میں۔ اور ان کی توقیر کرتے ہیں اور اسلام میں جوان حضرات کا بلند مرتبہ ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور یزید سے محبت نہ رکھنا۔ اور اس کے بُرے اعمال سے نفرت کرنا۔ یہ بھی ایمان کا مقتضیٰ ہے اور اہل سنت کا اسی پر عملدرآمد ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''تکمیل الایمان،، میں یزید کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وبالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزدما، وکارہا کہ ایں بدبخت وبے سعادت دریں امت کردہ ہیچ کس نکردہ۔ بعد از قتل امام حسین

اور مختصر یہ کہ وہ ہمارے نزدیک تمام انسانوں میں مبغوض ترین ہے۔ جو کام اس بدبخت منحوس نے اس امت میں کئے ہیں کسی نے نہیں کئے۔ حضرت امام حسین ؓ

www.ahlehaq.com

واہانت اہل بیت لشکر بتخریب مدینہ
مطہرہ وقتل اہل آنجا فرستادہ
وبقیہ از صحابہ وتابعین را امر بقتل
کردہ وبعد از تخریب مدینہ امر بانہدام
مکہ معظمہ وقتل عبد اللہ بن زبیرؓ کردہ
وہم در اثنائے ایں حالت از
دنیا بجہنم شتافتہ۔ دیگر احتمال
توبہ و رجوع اُو را خدا داند۔ حق تعالیٰ
دلہائے مارا۔ وتمام مسلمانان را از
محبت وموالات وے واعوان و
انصار وے وہر کہ با اہل بیت نبوی
بد بودہ وبد اندیشیدہ وحق ایشاں
را پایمال کردہ وبا ایشاں براہ محبت و
صدق عقیدت نیست ونبودہ نگاہدارد
ومارا، ومحبان مارا در زمرۂ محبان ایشاں
محشور گرداند۔ ودر دنیا وآخرت بر
دین وکیش ایشاں دارد، بحرمۃ النبی
والہ الامجاد بمنہ وکرمہ وہو قریب
مجیب آمین

(ص ۷۱ طبع مجتبائی دہلی)

کو قتل کرنے اور اہل بیت کی اہانت کے
بعد اُس نے مدینہ پاک کو تباہ وبرباد کرنے
اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کے لئے لشکر
بھیجا اور جو صحابہ اور تابعین وہاں باقی
رہ گئے تھے۔ اُن کو قتل کرنے کا حکم دیا
اور مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو
منہدم کرنے اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ
کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر اسی اثناء
میں جبکہ مکہ معظمہ محاصرہ کی حالت میں
تھا۔ دنیا سے جہنم میں چلا گیا۔ باقی رہا یہ احتمال کہ
شاید اس نے توبہ اور رجوع کر لیا ہو۔ یہ
خدا جانے۔ حق تعالیٰ ہمارے اور سب
مسلمانوں کے دلوں کو اس کی اور اس کے
اعوان وانصار کی محبت اور دوستی سے
بلکہ ہر اس شخص کی محبت اور دوستی سے کہ
جس کا اہل بیت نبوی سے بُرا برتاؤ رہا۔ یا
جس نے بھی اُن کے حق میں بُرا سوچا اور اُن
کے حق کو پامال کیا۔ نیز جس کو بھی ان کے ساتھ
محبت اور صدق عقیدت نہیں ہے۔ یا
نہیں تھی۔ ان سب کی محبت اور دوستی
سے محفوظ رکھے۔ اور ہمارا اور ہم ـــــ ہے

محبت رکھنے والوں کا ان حضرات کے محبین
میں حشر فرمائے۔ اور دنیا اور آخرت میں
ان ہی حضرات کے دین و مذہب پر
رکھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کی اولاد امجاد کے طفیل اپنے فضل و
کرم سے ہماری یہ دُعا قبول فرمائے بیشک
اللہ تعالیٰ قریب ہے۔ اور دعاؤں کو قبول
کرنیوالا ہے۔ آمین

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "حجۃ اللہ البالغہ" کے مبحث فتن" میں حدیث "ثم ینشأ دعاۃ الضلال" (کہ پھر گمراہی کیطرف دعوت دینے والے پیدا ہوں گے) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ودعاة الضلال يزيد بالشام ومختار بالعراق

اور ضلالت کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے۔

اور بحث مناقب میں فرماتے ہیں۔

ومن القرون الفاضلة اتفاقا من هو منافق أو فاسق ومنها الحجاج ويزيد بن معاويه ومختار

اور "قرون فاضلہ" یعنی اُن صدیوں میں بھی کہ جن کی فضیلت حدیث میں وارد ہے۔ بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے۔ کہ جو منافق یا فاسق تھے۔ اور ان ہی میں حجاج اور یزید بن معاویہ اور مختار کا شمار ہے۔

یہ تو ہوا اجمالی جواب۔ اور اب تفصیل سے نمبر وار اپنے شبہات کے جواب ملاحظہ کیجیے۔

ناصبیوں کے شبہات کے تفصیلی جوابات

پہلا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جنگ قسطنطنیہ، کے سلسلہ میں بخاری شریف میں حسب ذیل دو روایتیں مذکور ہیں۔

(الف) اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لهم۔

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا۔ اس کی مغفرت کردی گئی ہے۔

(ب) قال محمود بن الربیع فحدثتها قوما فیهم ابوایوب الانصاری صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوة التی توفی فیها ویزید بن معاویه علیهم بارض الروم

محمود بن ربیع کا بیان ہے۔ کہ پھر میں نے اس کا ذکر کچھ لوگوں کے سامنے کیا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوایوب انصاری رض بھی تھے۔ یہ اس غزوہ کا واقعہ ہے۔ کہ جس میں حضرت ابوایوب انصاری رض کی وفات ہوئی۔ اور یزید بن معاویہ، روم میں اس وقت فوج کا امیر تھا۔

غرض یزید جس لشکر کا کمانڈر تھا۔ اس لشکر کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر مستفتی دوسری حدیث پر غور کرتے۔ تو سرے سے یہ اشکال ہی پیش نہ آتا۔ کیونکہ

اسی حدیث میں یہ بھی وارد ہے۔ کہ

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فان الله قد حرم علی النار من قال لا اله الا الله یبتغی

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر دوزخ کو حرام کردیا ہے۔ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی

رضا جوئی کے لئے " لا الٰہ الا اللہ " کہا۔ بذالک وجہ اللہ

اب ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔ کہ صدق دل سے "لا الٰہ الا اللہ" کہنے کے بعد اس کے تقاضے بھی پورے کرے۔ یہ نہیں کہ بس ایک مرتبہ اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ تو سو خون معاف ہو جائیں۔ اب جو چاہے کرتا پھرے۔ تعجب ہے کہ مستفتی نے یزید کی منقبت میں اس حدیث کو کیوں نہیں پیش کیا۔ حالانکہ غزوہ قسطنطنیہ کی حدیث میں تو صرف "مغفور لہم" کے الفاظ ہیں۔ اور اس حدیث میں صراحتاً دوزخ کے حرام ہونے کی تصریح ہے۔ پس جو تاویل یا تشریح حدیث مذکور (ب) کی ہوگی۔ وہی تشریح حدیث مذکور (الف) کی ہونی چاہیئے۔

احادیث کے تتبع سے پتہ چلتا ہے۔ کہ بہت سے اعمال خیر پر مغفرت کی بشارت ہے۔ اور اس کا مطلب آج تک کسی عالم کے ذہن میں یہ نہیں آیا۔ کہ بس اس عمل خیر کے بعد جنتی ہونا لازمی ہے۔ اور اب ظلم کی کھلی چھٹی ہے۔ جو چاہے کرے جنت اس کے لئے واجب ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کسی شخص کا نام لیکر اُسے جنتی کہنا اور بات ہے۔ اور کسی عمل خیر پر جنت یا مغفرت کی بشارت دینا الگ چیز ہے۔ حضرات عشرہ مبشرہ اور سیدنا حسن رض اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کا نام لے کر آنحضرت ﷺ نے اُن کو جنتی فرمایا ہے۔ لیکن یزید کا نام لیکر اس کو جنتی ہونے کی بشارت کہیں نہیں دی گئی۔ کسی روایت کے عموم میں داخل ہونا اور چیز ہے۔ اور کسی بشارت میں مخصوص طور پر نامزد ہونا اور بات ہے بیشک اس حدیث میں غازیان مدینہ قیصر کے لئے مغفرت کی بشارت ہے جیسا کہ غازیان ہند کے لئے۔ لیکن اس سے ہر غازی کا اس وقت تک جنتی ہونا لازم نہیں آتا جب تک کہ اس کی زندگی اعمال خیر پر ختم نہ ہو۔ ٹھیک ہے یزید غزوہ قسطنطنیہ

میں شریک ہوا۔ لیکن اس غزوہ میں شرکت کے بعد جب اس کو اقتدار نصیب ہوا تو اس کے بیشتر اعمال ایسے تھے جو لعنت ہی کے موجب تھے۔

البتہ خود یزید نے اپنی خوش فہمی سے حدیث کا یہی مطلب سمجھا تھا۔ کہ جب کلمۂ طیبہ پڑھ لیا گیا۔ تو پھر گناہوں کی کھلی چھٹی ہے۔ اور جس طرح کفر کے بعد کوئی طاعت مقبول نہیں۔ اسی طرح ایمان کے بعد پھر کوئی معصیت مضر نہیں ہوتی یہی "مرجئہ" کا مذہب ہے۔ جو ایک گمراہ فرقہ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں جہاں مسند احمد کی یہ دو روایتیں نقل کی ہیں۔

(۱) یزید بن معاویہ اس لشکر کا امیر تھا۔ جس کے غازیوں میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ اور جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا۔ تو یزید انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو میرا سلام کہنا۔ اور ان کو یہ بتا دینا۔ کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے۔ کہ

من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ

جس شخص کی موت اس حال میں واقع ہو۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا تھا تو جنت میں داخل ہوگا۔

دوسری روایت میں ہے۔ کہ حضرت ممدوح نے وفات کے وقت فرمایا۔

قد کنت کتمت عنکم شیئا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعتہ یقول: لولا انکم تذنبون لخلق اللہ قوما یذنبون فیغفر لھم

میں نے تم سے ابھی تک ایک حدیث چھپا رکھی تھی۔ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ اگر تم گناہ نہ کرتے ہوتے۔ تو البتہ حق تعالیٰ ایسی قوم پیدا کرتا۔ کہ جو گناہ کرتی۔ اور پھر

حق تعالٰے انکی مغفرت فرمائے

وہاں ان دونوں حدیثوں کے نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ان ھذا الحدیث والذی قبلہ ھو الذی حمل یزید بن معاویۃ علی طرف من الارجاء وزکب بسببہ افعالا کثیرۃ انکرت علیہ کما سنذکرہ فی ترجمتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

(ج ۸، ص ۵۹)

یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث جو گزری، اسی نے یزید بن معاویہ کو ارجاء کیطرف ڈالدیا۔ اور اس کے باعث اس نے ایسے بہت سے کام کرڈالے جن کی بناء پر اس پر نکیر کی گئی۔ جیساکہ ہم اس کے تذکرہ میں عنقریب ذکر کریں گے۔ آگے اللہ تعالٰے خوب جانتا ہے۔

اب اگر سائل بھی یزید کیطرح اہل سنّت کے زمرہ سے خارج اور مرجیہ کے مذہب میں داخل ہے۔ تو اس کو دوسری حدیث ہی یزید کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ کہ چونکہ وہ کلمہ گو تھا۔ اس لئے ایمان لانے کے بعد اب کسی گناہ پر اس کی پکڑ نہیں ہوسکتی۔ سب گناہ معاف ہیں۔ شیعان بنی امیہ کا بھی یہ مذہب تھا۔ کہ وہ امام اور خلیفہ کے حسنات مقبول ہیں۔ اور گناہ سب معاف۔ اس کی اطاعت طاعت ومعصیت دونوں میں واجب ہے۔" اور اگر سائل اہل سنّت میں داخل ہے۔ تو جو تاویل اس حدیث کی ہوگی۔ وہی حدیث غزوۂ قسطنطنیہ کی ہوگی

پھر حدیث اوّل میں غور کرنے کی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جہاد کے لئے تصحیح نیت ضروری ہے۔ یعنی جو جہاد بھی کیا جائے۔ وہ اللہ تعالٰی کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو۔ اور اپنے ذوق وشوق سے ہو۔ یہ نہیں کہ دوسرے کے دباؤ میں آکر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہوجائے۔ اور صرف امارت کے خیال سے روانہ ہوجائے۔ یزید کے ساتھ یہی صورت ہوئی۔ کہ وہ اس جہاد میں شریک

ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ اور جہاں تک بن سکا۔ اس نے ٹال مٹول کی کوشش کی بلکہ جب مجاہدین کرام محاذ پر تھے۔ اور وہاں مختلف قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے تھے۔ وباء اور قحط میں مبتلا تھے۔ تو یہ بڑے ٹھاٹھ سے اپنے عشرتکدہ میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کے ساتھ دادِ عیش دے رہا تھا۔ اور مجاہدین کا مذاق اُڑا رہا تھا حضرت امیر معاویہ رضؓ کو جب اس کی اس حرکت کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر بجبر اس کو محاذ پر روانہ کیا۔ اس سارے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون (ج ۳، ص ۲۰) اور کامل ابن اثیر میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ مورخ ابن الاثیر ۴۹ھ کے واقعات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فی هذه السنة وقیل سنة خمسین سیر معاویة جیشًا کثیفًا الی بلاد الروم للغزاة وجعل علیهم سفیان بن عوف وامر ابنه یزید بالغزاة معهم فتثاقل واعتل فامسك عنه ابوه فاصاب الناس فی غزاتهم جوع ومرض شدید فانشد یزید یقول:

اور اسی سنہ میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ رضؓ نے جہاد کے لئے ایک بڑا بھاری لشکر بلادِ روم کی طرف روانہ کیا۔ اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوف رضؓ کو مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیلِ حکم میں سستی کی اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اس کو رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے۔ تو یزید نے یہ شعر کہے۔

ما ان أبالی بما لاقت جموعهم ۔۔۔ بالغذقذونة من حمّی ومن موم

مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ غذقذونہ[1] (روم میں مسلمانوں کا فوجی کیمپ) میں مسلم مجاہدین کے دستہائے فوج کو بخار اور چیچک کا سامنا ہے۔

[1] قسطنطنیہ کے قرب وجوار میں ایک مقام کا نام ہے۔

www.ahlehaq.com

إذا اتكأت على الأنماطِ مرتفعًا — بديرِ مرّانَ عندي أمّ كلثومِ

جبکہ میں دیرِ مرّان میں گدّوں پر اُونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں۔ اور میرے سامنے اُمّ کلثوم ہے۔

وأم كلثوم امرأته هي ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاوية شعره فاقسم عليه ليلحقنّ بسفيان في ارض الرُّوم ليصيبه ما اصاب الناس فسار ومعه جمع كثير اضافهم اليه أبوه وكان في هذا الجيش ابن عباسؓ وابن عمر، وابن الزُّبير وابو ايوب الانصاري وغيرهم. و عبد العزيز بن زُرارة الكلابي فادغلوا في بلاد الرُّوم حتّى بلغوا القسطنطينية (كامل ابن الأثير جلد ۳، صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲)

اُمّ کلثوم یزید کی بیوی عبد اللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہؓ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے اُس کو قسم دیکر بتاکید کہا۔ کہ اُسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ یہ بھی گرفتار ہو اب جو یہ روانہ ہوا۔ تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا۔ اسی لشکر میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابوایوبؓ انصاری وغیرہ بھی تھے۔ اور عبد العزیز بن زُرارہ کلابی بھی۔ چنانچہ یہ لوگ بلادِ رُوم میں گھستے ہی چلے گئے تاآنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔

یہ ہے یزید کے غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کی حقیقت، واقعہ یہ ہے کہ یزید سیر و شکار، شعر و شاعری، غنا اور موسیقی کا متوالا تھا۔ وہ جہاد کے جھنجھٹ میں نہ اپنے والد ماجد کی زندگی میں پڑنا چاہتا تھا۔ اور نہ اپنے ایام خلافت میں چنانچہ عہدۂ خلافت کے سنبھالنے پر سب سے پہلا خطبہ جو اس نے دیا۔ وہ یہ تھا

ان معاویة کان یغزیکم فی البحر وانی لست حاملا احدًا من المسلمین فی البحر وان معاویة کان یشتیکم بارض الروم ولست مشتیًا احدًا بارض الروم، وان معاویه کان یخرج لکم العطاء اثلاثا وانا اجمعه لکم کله۔

(البدایہ والنہایہ، جلد ۸، صفحہ ۱۴۳)

بیشک معاویہ رض تم کو بحری جہاد کی مہم پر بھیجا کرتے تھے، مگر میں کسی مسلمان کو بحری مہم پر بھیجنے کا روادار نہیں۔ اور بیشک معاویہ رض تم کو روم میں موسم سرما میں جہاد پر روانہ کیا کرتے تھے مگر میں کسی کو سردیوں میں روم کی سرزمین پر جہاد کرنے کے لئے نہیں بھیجوں گا اور بیشک معاویہ رض تمہیں تمہارا وظیفہ سال میں تین قسطوں میں دیا کرتے تھے۔ میں تم کو اکٹھا یکبارگی دیا کروں گا

بس پھر کیا تھا، یہ خوشخبری سن کر حاضرین، دربار یزید سے اس حال میں لوٹے کہ وھم لایفضلون علیه احدًا وہ یزید سے بڑھ کر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ [1]

---

[1] اس آخری جملہ پر حیات سیدنا یزید کے مصنف نے جو حاشیہ چڑھایا ہے پڑھنے کے قابل ہے۔ لکھتے ہیں:

"علامہ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ — سیدنا یزید رح اپنے والد ماجد سیدنا معاویہ رض کی وفات کے بعد، امیر المؤمنین کی حیثیت سے پہلا خطبہ دیکر فارغ ہوئے۔ تو اجتماع میں موجود صحابہ اور ہمعصر تابعین کی پسندیدگی کا یہ عالم تھا۔

فافترق الناس عنه وهم لا یفضلون علیه احدًا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۳)۔

"لوگ تقریر سن کر اُن کے پاس سے گئے۔ تو اُن کا یہ حال تھا کہ وہ سیدنا یزید رح پر کسی دوسرے آدمی کو فضیلت نہیں دیتے تھے" (باقی آئندہ صفحہ پر)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ یزید کی شرکت غزوہ قسطنطنیہ میں کس بنا پر تھی۔ تاہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ وہ خالصاً مخلصاً اپنے شوق سے بغیر اپنے والد ماجد کے حکم کے اس غزوہ میں شریک ہوا تب بھی یہ بشارت مغفرت اس شرط کیساتھ مخصوص ہوگی۔ کہ پھر اس سے زندگی میں ایسے افعال سرزد نہ ہوئے ہوں۔ کہ جن سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰)

اسلامی خلافت کے مرکزی شہر۔ دمشق۔ میں اس عظیم اجتماع کے موقع پر سیدنا یزید کے ساتھ عوام و خواص کی جانب سے پسندیدگی و عقیدت کا یہ اظہار، صرف اس لئے تھا۔ کہ حلم و عمل کے پیکر سیدنا معاویہؓ کی ابدی جدائی پر الم انگیز تقریر کے الفاظ نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بلکہ اعتماد و محبت کا مظاہرہ کرنے والے یہ وہ حضرات صحابہ اور تابعین کرام تھے جنہوں نے بچپن سے لے کر جوانی کی موجودہ منزل تک امیر یزید کے شب و روز کا براہِ راست مشاہدہ کیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ دینی ماحول میں ہوش سنبھالنے والا یہ باصلاحیت اور صاحبِ کردار نوجوان مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں دوسروں سے کہیں زیادہ قیادت و امارت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی استعداد رکھتا ہے انہیں سیدنا یزید کی شخصیت میں ایک ایسے قائد اور خلیفہ کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ جو فاروقی عزم و ارادہ کے ساتھ متعدد مرتبہ قائدانہ صلاحیت کے وہ غیر فانی نقوش ثبت کر چکا تھا جن کی یاد اور جذبہ تشکر نے چھوٹے بڑے تمام معاصر حضرات کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ سیدنا یزید کی خدمت میں عقیدت و محبت اور اعتماد کا یہ بے مثال نذرانہ پیش کریں۔ کہ لایفضلون علیہ احداً۔

(ص ۴۷، ۴۸ شائع کردہ "مجلس عثمان غنی،، کراچی۔)

مغفرت کی بجائے اُلٹا لعنت خداوندی میں گرفتار ہو جائے۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے۔ کہ "العبرۃ بالخواتیم" یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے۔

اسی لئے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "تراجم ابواب بخاری" میں فرمایا ہے۔ کہ

قولہٗ "مغفور لھم" تمسّک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حدیث میں،

(بقیہ حاشیہ گذشتہ)

ماشاء اللہ ماشاء اللہ چشم بد دور۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

اپنے سید ممدوح یزید کو جہاد کی معطلی پر صحابہ اور تابعین کرام کی زبان سے خوب نذرانہ عقیدت پیش کرایا۔ اللہ ہی جزا دے۔ "مجلس عثمان غنی" کے محققین کا ایک تحقیقی رنگ یہ بھی ہے۔

غور فرمائیے! یہ ناصبی اپنے سید یزید کی مسخ شدہ شکل و صورت کو اپنی خود ساختہ خرافات کے رنگ و روغن سے آراستہ کر کے کس طرح لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یزید نے اپنے پہلے خطبہ میں بحری جہاد کو معطل کرنے کا اعلان کیا۔ سرمائی جہاد کو موقوف کیا۔ سرکاری فوج کو جو وظیفہ سال میں تین قسطوں میں ملا کرتا تھا اب اکٹھا دینے کا وعدہ کیا۔ ظاہر ہے ان انعامات پر یزید کے وفادار فوجی جتنی بھی خوشیاں مناتے کم تھیں۔ صحابہ کرام اور تابعین کو تو عبث بدنام کیا۔ وہ کب جہاد کی معطلی پر یزید کی تعریف کر سکتے تھے۔ اُن کے لئے تو یہ اعلان سوہانِ رُوح سے کم نہ ہوگا۔ یہ تعریف کرنے والے تو وہی لوگ تھے جن کو نہ قتل حسین رض میں کوئی باک تھا نہ انصار مدینہ کا سر قلم کرنے میں کوئی جھجک اور نہ حرمین محترمین کی عزت کو خاک میں ملانے میں کوئی عار۔ ہاں، ہاں یزید پر تعریف کے یہ ڈونگرے برسانے والے وہی دین فروش سگانِ دنیا تھے جو سو سو دینار کے عوض بلکہ بعض روایات کے مطابق تو محض چار اشرفیوں کے بدلے سنہ ٦٣ ہجری میں یزید کے حکم سے مدینۃ الرسول

www.ahlehaq.com

بعض الناس بهذا الحدیث
فی نجاة یزید لانه کان من جملة
هذا الجیش الثانی بل کان
رأسهم ورئیسهم علی ما یشهد
به التواریخ والصحیح انه
لا یثبت بهذا الحدیث الا
کونه مغفوراً له ما تقدم من
ذنبه علی هذه الغزوة

لان الجهاد من الکفارات
وشان الکفارات ازالة آثار الذنوب
السابقة علیها لا الواقعة بعدها
نعم لو کان مع هذا الکلام انه
مغفور له الی یوم القیمة لدل
علی نجاته واذلیس فلیس

"مغفور لہم"، فرمانے سے بعض لوگوں نے
یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ
بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک
بلکہ اس کا افسر و سربراہ تھا۔ جیسا کہ تاریخ
شہادت دیتی ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے
کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا
ہے۔ کہ اس غزوہ سے پہلے جو اُس نے
گناہ کئے تھے وہ بخشدیئے گئے۔

کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات
کا کام یہ ہے۔ کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو
زائل کر دیتے ہیں۔ بعد میں ہونے والے گناہوں
کے اثر کو نہیں۔ ہاں اگر اسی کے ساتھ یہ بھی فرمادیا
ہوتا۔ کہ قیامت تک کے لئے اس کی
بخشش کر دی گئی ہے۔ تو بیشک یہ حدیث

(بقیہ حاشیہ گزشتہ)
چڑھ دوڑے۔ اور تین دن تک اس پاک سرزمین پر قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا
کہ پناہ بخدا۔ انصارِ مدینہ صحابہ کرام و تابعین کی ایک خلقت، تہِ تیغ کر دی گئی۔
سارا شہر لوٹ کھسوٹ کر رکھ دیا۔ اور پھر بھی جی ٹھنڈا نہ ہوا۔ تو کعبے پر چڑھ دوڑے
اس کا محاصرہ کیا۔ اور منجنیق سے اُس پر گولہ باری کر کے اُس کی بنیادیں ہلا دیں
یہ ہے اس کتاب کی تحقیق کا ایک نمونہ۔ یزید پلید جیسے موذی کو جو لوگ
"سیدنا"، کہتے ہیں۔ ان سے سچ بولنے کی توقع ہی فضول ہے۔

بل امرہٗ مفوض الی اللہ تعالیٰ فیما ارتکبہ من القبائح بعد ہذہ الغزوۃ من قتل الحسین علیہ السلام وتخریب المدینۃ والاصرار علی شرب الخمر ان شاء عفا عنہ وان شاءَ عذبہ کما ھو مطرد فی حق سائر العصاۃ علی ان الاحادیث الواردۃ فی شان من استخف بالعترۃ الطاہرۃ والملحد فی الحرم والمبدل للسنۃ تبقی مخصصات لہذا العموم لو فرض شمولہ لجمیع الذنوب (شرح تراجم ابواب البخاری (ص ۳۱، ۳۲) اشائع کردہ کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی")

اس کی نجات پر دلالت کرتی. اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے. لو اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے. یعنی حضرت حسینؑ کو قتل کرنا مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا. مے خواری پر اصرار کرنا. ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ تعالٰے کی مرضی پر موقوف ہے. وہ چاہے تو معاف کر دے. اور چاہے تو عذاب دے. جیساکہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے. علاوہ ازیں وہ احادیث جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں. کہ جو حضورؐ کی عترت طاہرہ کی ناقدری کرتے. اور حرم کی حرمت کو پامال کرتے اور سنت نبوی کو بدل ڈالتے ہیں. وہ سب حدیثیں بالفرض اس حدیث میں اگر "مغفرت عام" بھی مراد لی جائے جب بھی اس کے عموم کی تخصیص کے لئے باقی رہیں گی.

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کا ذکر فرمایا ہے. وہ درج ذیل ہے.

ستۃ لعنتھم ولعنھم اللہ — چھ اشخاص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے

وکل نبی مجاب: الزائد فی کتاب الله، والمکذب بقدر الله تعالیٰ والمتسلط بالجبروت فیعز بذالک من اذل الله و یذل من اعز الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتی ما حرّم الله والتارک لسنتی (ت، ک، عن عائشه ک عن ابن عمر) (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر) از یوسف نبہانی (ج ۲، ص ۱۵۵، مطبوعہ مصر)

اور حق تعالیٰ نے بھی اُن پر لعنت کی ہے۔ اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے (۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنیوالا (۲) تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنیوالا۔ (۳) جبر و زور سے تسلط حاصل کرکے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اُسے اعزاز بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسے ذلیل کرنیوالا۔ (۴) حرم الٰہی کی حرمت کو پامال کرنیوالا۔ (۵) میری عترت کی جو حرمت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اسکو حلال کر دینے والا (۶) میری سنت کا تارک۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ رض سے روایت کیا۔ نیز حاکم نے اس کو حضرت ابن عمر رض کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔

اسی حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بھی "باب الایمان بالقدر" کی "فصل ثانی" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت۔ سے نقل کرکے لکھا ہے کہ۔

رواہ البیہقی فی المدخل ورزین فی کتابہ

اس حدیث کو بیہقی نے المدخل میں۔ اور رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے

یہ تو نہیں معلوم کہ یزید تقدیر کا بھی منکر تھا۔ یا نہیں مگر باقی چاروں عیب اس میں موجود تھے۔

(۱) وہ ڈھونس دباؤ اور جبر و زور سے امت مسلمہ پر مسلط تھا۔ اہل بیت نبوی

صحابہ کرام جو اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معزز ترین خلائق ہیں۔ اُن کی توہین و تذلیل کرنے میں اُس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی
مفسدین اور شریر لوگ جنہوں نے حرمین محترمین پر چڑھائی کی۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ جیسے عبید اللہ بن زیاد، عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن مجرم بن عقبہ، حصین بن نمیر وغیرہ ایسے خبیث اور ظالم افراد اس کے نزدیک معزز و محترم تھے۔

(۲) اس نے حرم الٰہی کی حرمت کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا۔
(۳) عترت پیغمبر علیہ السلام کی عزت کو خاک میں ملایا۔ اور
(۴) تارکِ سنت تو تھا ہی۔

بہر حال یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید اس بشارت میں شامل تھا جو غزوۂ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے حق میں وارد ہے۔ تب بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق زیادہ سے زیادہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ وہ اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے گئے تھے۔" یہ غزوہ مؤرخین کے بیان کے مطابق ۴۹ھ یا بعض کی تصریح کے مطابق ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ہوا تھا۔ اس غزوہ کے بعد یزید تقریباً ۱۲-۱۳ سال تک زندہ رہا۔ اور اس مدت میں اس نے جو جو برائیاں کیں۔ اور جن جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے۔ اُن میں (۱) مے نوشی، شہدائے کربلا کا بے دردانہ قتل، مدینہ منورہ کی تاراجی اور بربادی اور (۲) صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام اور پھر حرم [illegible] (۳) کی فوجوں کی چڑھائی وغیرہ۔ ان سب گناہوں کے کفارہ کی آخر کیا صورت ہوئی؟ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد یزید سے جو حرکاتِ ناشائستہ سرزد ہوئی ہیں۔ اُن کا مختصر سا جائزہ امام ابن حزم ظاہری

کے الفاظ میں پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیے:-

ویزید امیر المؤمنین وکان قبیح الآثار فی الاسلام قتل اھل المدینہ وافاضل الناس وبقیۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم یوم الحرۃ فی آخر دولتہ۔ وقتل الحسین رضی اللہ عنہ واھل بیتہ فی اول دولتہ۔ وحاصر ابن الزبیر رضی اللہ عنہ فی المسجد الحرام واستخف بحرمۃ الکعبۃ والاسلام فاماتہ اللہ فی تلک الایام وقد کان غزا فی ایام ابیہ القسطنطنیۃ وحاصرھا

(جمہرۃ انساب العرب ص ۱۱۲ مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۳۸۲ھ)

"یزید امیر المؤمنین" یہ اسلام میں بڑے کرتوتوں کا کرنیوالا رہا ہے۔ اُس نے اپنے اقتدار کے آخری دور میں حرہ[1] کے دن اہل مدینہ کا قتل عام کیا۔ ان کے بہترین افراد اور بقیۃ صحابہ کرام کو (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو) قتل کیا۔ اور اپنی سلطنت کے اوائل میں حضرت حسین رضؓ اور اُن کے اہل بیت کو قتل کیا۔ اور مسجد حرام میں حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا۔ کعبہ شریف اور اسلام کی بیحرمتی کی۔ پھر حق تعالیٰ نے ان ہی دنوں اس کو مار ڈالا۔ اس نے اپنے باپ کے زمانے میں قسطنطنیہ پر جنگ بھی کی۔ اور اس کا محاصرہ بھی کیا تھا۔

اور اپنی دوسری تصنیف "اسماء الخلفاء والولاۃ وذکر مدد ہم" میں ارقام فرمایا ہے۔

---

[1] حرہ، اس مقام کا نام ہے جہاں انصار مدینہ اور یزیدی لشکر کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی تھی

www.dlehad.com

وبويع يزيد بن معاوية اذ
مات ابوه: يكنى ابا خالد ممتنع
من بيعته الحسين بن علي بن
ابي طالب وعبد الله بن الزبير
بن العوام: فاما الحسين عليه
السلام والرحمة:
فنهض إلى الكوفة فقتل قبل
دخولها، وهو ثالثة مصائب
الاسلام بعد امير المؤمنين
عثمان أو رابعها بعد عمر بن
الخطاب رضي الله عنه، و
خرومه لان المسلمين
استضيموا في قتله ظلما علانية
و اما عبد الله بن الزبير فاستجار
بمكة فبقي هنالك إلى ان اغزى
يزيد الجيوش الى المدينة
حرم رسول الله صلى الله
عليه وسلم والى مكة
حرم الله تعالى. فقتل بقايا
المهاجرين والانصار يوم
الحرة وهي ايضا اكبر مصائب

یزید بن معاویہ سے اس کے والد کے انتقال
ہونے پر بیعت کی گئی۔ اس کی کنیت
ابو خالد تھی۔ حضرت حسین بن علی بن ابی طالبؓ
اور عبد اللہ بن زبیر بن العوامؓ نے اس
سے بیعت کی۔ پھر حضرت حسین علیہ السلام
والرحمہ تو کوفہ کیطرف نہضت فرما ہو گئے
اور کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی
آپ کو شہید کر ڈالا گیا۔ آپ کی شہادت
امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
کی شہادت کے بعد اسلام میں تیسری
مصیبت اور حضرت عمر بن الخطابؓ
کی شہادت کے بعد چوتھی مصیبت اور
اسلام میں رخنہ اندازی ہے۔ کیونکہ حضرت
حسینؓ کی شہادت سے مسلمانوں پر علانیہ
ظلم توڑا گیا اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ
رضی اللہ عنہما نے مکہ معظمہ جا کر جوار الٰہی
میں پناہ لی۔ اور وہیں مقیم ہو گئے۔
تا آنکہ یزید نے مدینہ نبوی حرم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ معظمہ کیطرف
جو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔ اپنی فوجیں لڑنے
کے لئے بھیجیں۔ چنانچہ حرہ کی جنگ میں

www.ahlehaq.com

الاسلام وخرومه . لان افاضل المسلمين وبقية الصحابة وخيار المسلمين من جلة التابعين قتلوا جهراً ظلماً فى الحرب وصبراً وجالت الخيل فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم وراثت وبالت فى الروضة بين القبر و المنبر ولم تصل جماعة فى مسجد النبى صلى الله عليه وسلم ولا كان فيه أحد حاشا سعيد بن المسيب فانه لم يفارق المسجد . ولولا شهادة عمرو بن عثمان بن عفان ومروان بن الحكم عند مجرم بن عقبة المرى بانه مجنون لقتله - و اكره الناس على ان يبايعوا يزيد بن معاوية على

مہاجرین اور انصار جو باقی رہ گئے تھے. ان کا قتل عام کیا . یہ حادثہ فاجعہ بھی اسلام کے بڑے مصائب اور اس میں رخنہ اندازی میں شمار ہوتا ہے . کیونکہ افاضل مسلمین ، بقیہ صحابہ اور اکابر تابعین میں بہترین مسلمان اس جنگ میں کھلے دہاڑے ظلماً قتل کر دیئے گئے اور گرفتار کر کے ان کو شہید کر دیا گیا . یزیدی لشکر کے گھوڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جولانی دکھاتے رہے . اور "ریاض الجنۃ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے منبر مبارک کے درمیان لید کرتے اور پیشاب کرتے رہے . ان دنوں مسجد نبوی میں کسی ایک نماز کی بھی جماعت نہ ہو سکی . اور نہ بجز حضرت سعید بن المسیب کے وہاں کوئی فرد موجود تھا . انہوں نے مسجد نبوی کو بالکل نہ چھوڑا . اگر عمرو بن عثمان بن عفان اور مروان بن الحکم (یزید کے سالار لشکر) مجرم (مسلم) بن عقبہ کے سامنے یہ شہادت نہ دیتے کہ یہ تو دیوانہ ہے . تو وہ ان کو بھی

www.dhlehad.com

انهم عبيد له، ان شاء
باع وان شاء اعتق، و
ذكر له بعضهم البيعة
على حكم القرآن
وسنة رسول الله صلى
الله عليه وسلم فامر
بقتله فضرب عنقه
صبرا وهتك مسرف
او مجرم الاسلام هتكا
وانهب المدينة ثلاثا
واستخف باصحاب
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ومدت الايدى اليهم وانتهبت
دورهم وانتقل هو لاء الى
مكة شرفها الله تعالى
فحوصرت ورمى
البيت بحجارة
المنجنيق تولى ذالك
الحصين بن نمير السكوني
فى جيوش اهل الشام،
وذالك لان مجرم بن

ضرور مار ڈالتا اور اس نے اس حادثہ میں
لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ یزید بن معاویہ
سے اس شرط پر بیعت کریں کہ وہ
اس کے غلام ہیں چاہے وہ ان
کو بیچے چاہے ان کو آزاد کرے
اور جب اس کے سامنے ایک
صاحب نے یہ بات رکھی کہ ہم
قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیعت
کرتے ہیں تو اس نے ان کے
قتل کا حکم دیا اور ان کو گرفتار کرکے
فوراً قتل کر دیا گیا۔ اس مسرف
یا مجرم (مسلم بن عقبہ) نے اسلام
کی بڑی بے عزتی کی۔ مدینہ منورہ میں
تین دن برابر لوٹ مار کا سلسلہ جاری
رہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے صحابہ کو ذلیل کیا گیا ان پر
دست درازی کی گئی ان کے گھروں
کو لوٹا گیا (مدینہ طیبہ کو تباہ وتاراج
کرنے کے بعد) یہ فوج مکہ معظمہ
شرفہا اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑی

www.ahlehaq.com

عقبة المری مات بعد
وقعة الحرة بثلاث
لیال وولی مکانہ
الحصین بن نمیر، واخذ
اللہ تعالیٰ یزید اخذ عزیز
مقتدر فمات بعد الحرة
باقل من ثلاثة اشهر
وازید من شهرین
وانصرفت الجیوش
عن مکة ۔ ومات یزید
فی نصف ربیع الاول
سنة اربع وستین
وله نیف وثلاثون
سنة امه میسون
بنت بحدل الکلبیة
وکانت مدته ثلاث
سنین وثمانیه اشهر
وایاما فقط ۔ (ص ۳۵۷
۳۵۸ طبع مصر)

وہاں جاکر مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا
گیا اور بیت اللہ پر "منجنیق" سے
سنگباری کی گئی ۔ یہ کام حصین
بن نمیر کی سرکردگی میں شام کے
لشکروں نے انجام دیا جس کی وجہ
یہ تھی کہ مجرم بن عقبہ مری کو تو جنگ
حرۃ کے تین دن بعد ہی موت نے
آدبوچا تھا اور اب اس کی جگہ سالار
لشکر حصین بن نمیر ہو گیا تھا اور اللہ
تعالیٰ نے یزید کو بھی اسی طرح دھر
پکڑا جس طرح وہ غالب قدرت
والا پکڑا کرتا ہے ۔ چنانچہ وہ بھی
واقعہ حرۃ کے بعد تین ماہ سے کم اور
دو ماہ سے زائد کی مدت میں موت
کے منہ میں چلا گیا اور یزیدی لشکر
مکہ معظمہ سے واپس چلے گئے ۔ یزید
کی موت ۱۵ ربیع الاول سنہ ۶۴ ہجری
کو واقع ہوئی، اس وقت اس کی
عمر کچھ اوپر تیس سال تھی اس کی ماں
کا نام میسون بنت بحدل کلبیہ تھا،
یزید کی مدت حکمرانی کل تین سال

www.ahlehaq.com

آٹھ ماہ اور کچھ دن تھی۔ ٭ ٭ ٭

خلاصہ بحث یہ ہے کہ

اول تو یزید "غزوہ قسطنطنیہ" میں بخوشیِ خاطر شریک ہی نہیں ہوا، جو وہ اس بشارت کا مستحق ہو اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ وہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے خود دل سے اس غزوہ میں شریک ہوا تھا تب بھی اس بشارتِ مغفرت کا تعلق اس کے ان گناہوں سے ہوگا۔ جواب تک اس سے سرزد ہوئے تھے، اور جو معاصی اور جرائم اس "غزوہ قسطنطنیہ" میں شریک ہونے کے بعد اس سے سرزد ہوئے ہیں ان کی مغفرت کا اس بشارت سے کوئی تعلق نہیں وہ اس کے ذمہ باقی ہیں اور اگر کسی کج فہم کو اب بھی اس پر اصرار ہو کہ حدیث میں مذکورہ مغفرت کا تعلق اس کے تمام اگلے پچھلے گناہوں سے ہے، اور اس غزوہ میں شرکت کرنے والے ہر ہر فرد کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں اور مذکورہ مغفرت سے ہر فرد کی مغفرت عام مراد ہے تو یہ محض غلط ہے اور اس مغفرت کے عموم کی تخصیص کے لیے وہ حدیث کافی ہے جو ابھی آپ کی نظر سے گذری ہے۔ اور اس کی روشنی میں یزید کے سیاہ کارناموں کی تفصیل بھی آپ پڑھ چکے۔ اب ایسے نابکار کے جنتی ہونے پر اصرار کرنا کس قدر شدید غلطی ہے۔ ناصبیوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ممدوح یزید کو "خلیفہ راشد" مانیں، اس کے جنتی ہونے کا اعتقاد رکھیں بلکہ جیسا کہ بعض جاہل ناصبیوں کا عقیدہ تھا اس کو صحابی سمجھیں یا اس کی نبوت کا اقرار کریں[1] لیکن

---

[1] حافظ ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں لکھتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اہل حق میں سے کوئی شخص بحالتِ صحت ہوش و حواس یزید کے ان سیاہ کارناموں کے باوجود اس کے جنتی ہونے کی کیسے شہادت دے سکتا ہے۔

یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں بھی جہاد ہو سکتا ہے

ہاں علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ ضرور نکالا ہے کہ ہر فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

وفیہ مشروعیۃ الجھاد مع کل امام لتضمنہ الثناء علی من غزا مدینۃ قیصر وکان امیر تلک الغزوۃ یزید بن معاویۃ ویزید یزید۔

(فتح الباری۔ جلد ۱۱ صہ ۶۵)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ جہاد ہر حکمران کی معیت میں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ حدیث غازیان شہر قیصر کی تعریف پر مشتمل ہے حالانکہ اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔ اور یزید تو یزید ہی تھا۔ دکہ اس کی نابکاری وفالاکقی

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

وطائفۃ من الجھال یظنون یزید ھذا من الصحابۃ وبعض غلاتھم یجعلہ من الانبیاء۔

(ج ۴ ص ۱۷۹ مطبع امیریہ بولاق مصر سنہ ۱۳۲۳ ہجری)

ناصبی جاہلوں کی ایک جماعت اس یزید کو صحابی خیال کرتی ہے اور بعض غالی ناصبی اس کو نبی بھی مانتے ہیں۔

غنیمت ہے ہمارے دور کے ناصبی ابھی اس مقام تک نہیں پہنچے بلکہ وہ یزید کو صرف خلیفہ راشد سمجھتے ہیں اور "سیدنا" کہہ کر اس کی خدمت میں آداب بجالاتے ہیں۔

معلوم خاص وعام ہے)

اورامام ابوبکر احمد بن علی الجصاص "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں:۔

وقد کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغزون بعد الخلفاء الاربعۃ مع الامراء الفساق وغزا أبو ایوب الانصاری مع یزید اللعین۔

(ج ۳۔ ص ۴۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خلفاء اربعہ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے "یزید لعین" کی معیت میں بھی جہاد فرمایا ہے۔

"مدینۂ قیصر" سے مراد قسطنطنیہ نہیں، بلکہ حمص ہے

اور یاد رہے کہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب کہ ہم اس حدیث میں جو "مدینۂ قیصر" کے الفاظ آتے ہیں اس سے "قسطنطنیہ" ہی مراد لیں ورنہ اگر "مدینۂ قیصر" سے شہر مراد لیا جائے کہ جو اس وقت "قیصر" کا دارالسلطنت تھا کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر بشارت کے یہ الفاظ تھے تو ساری بحث ہی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں "مدینۂ قیصر" سے مراد "قسطنطنیہ" نہیں بلکہ "حمص" ہے چنانچہ شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں فرماتے ہیں

وبعضے تجویز کنند کہ مراد بمدینہ قیصر" مدینہ باشد کہ قیصر در آنجا بود روزے کہ فرمود ایں حدیث را

اور بعض علماء کی تجویز یہ ہے کہ "شہر قیصر" سے مراد وہی شہر ہے کہ جہاں قیصر اس روز تھا کہ جس روز آنحضرت

حضرت ، و آں حمص است کہ در آں وقت دار مملکت او بود۔ واللہ اعلم

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی اور یہ شہر "حمص" تھا جو اس وقت قیصر کا دار السلطنت تھا۔ واللہ اعلم۔

(شرح فارسی صحیح بخاری از شیخ الاسلام مطبوعہ بر حاشیہ تیسیر القاری ج-۲ ص ۶۶۹ طبع علوی لکھنو ۱۳۰۲ھ ہجری)

اب پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ اس وقت قیصر کا دار الملک "حمص" نہیں بلکہ "قسطنطنیہ" ہی تھا اور اس عہد میں جب بھی "مدینہ قیصر" کے الفاظ استعمال ہوتے تھے اس سے مراد شہر "قسطنطنیہ" ہی لیا جاتا تھا پھر اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے لغت، عرف، اشعار عرب اور آثار و احادیث سے سند لانا ضروری ہے محض دعویٰ سے کام نہیں چلتا۔

صحیح بخاری میں یزید کی مذمت میں حدیثیں

یہ بھی واضح رہے کہ "صحیح بخاری" میں یزید کے بارے میں بس یہی ایک حدیث نہیں ہے کہ جس کو مستفتی نے استفتا میں درج کر دیا ہے بلکہ اور بھی متعدد روایات موجود ہیں جن میں یزید کی بدکرداری اور بداطواری کی پوری طرح نشاندہی کر دی گئی ہے، یزید کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ان روایات کو بھی نظر میں رکھنا چاہیئے۔ یہ روایات حسب ذیل ہیں:-

پہلی حدیث

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو ظرفِ علم یاد کیے ہیں،

لم يبثه على الاحاديث التي
فيها تبيين أسامي امراء
السوء واحوالهم وزمنهم
وقد كان ابو هريرة يكني
عن بعضه ولا يصرح به
خوفا على نفسه منهم
كقوله: "اعوذ بالله من راس
الستين وإمارة الصبيان"
يشير الى خلافة يزيد بن
معاوية لانها كانت سنة
ستين من الهجرة و
استجاب الله دعاء ابي
هريرة فمات قبلها
بسنة.

فتح الباری (ج ۱۰ ص ۱۹۳ طبع میریہ
مصر سنہ ۱۳۰۰ھ)

جس کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اشاعت نہ کی ان احادیث
پر محمول کیا ہے جن میں امراء سوء
(بدکردار و نابکار حاکموں) کے ناموں
کی تفصیل، ان کے حالات اور زمانے
کا بیان تھا حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ ان نالائق حکمرانوں میں
سے بعض کا ذکر اشارہ کنایہ میں کر دیا
کرتے تھے مگر صراحۃً ان کا نام نہیں
لیتے تھے کہ کہیں وہ ان کو جان سے
نہ مار ڈالیں، چنانچہ فرمایا کرتے تھے
کہ میں اللہ تعالیٰ سے سنہ ۶۰ھ کے
شروع ہونے اور لونڈوں کی حکومت
سے پناہ مانگتا ہوں" یہ یزید بن معاویہ
کی بادشاہی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ
سنہ ۶۰ ہجری میں قائم ہوئی اور حق
تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی دعا قبول بھی فرمائی چنانچہ
وہ یزید کے بادشاہ ہونے سے ایک
سال پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما
گئے۔

www.ahlehaq.com

دوسری حدیث

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الصحیح" میں ایک باب قائم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلاک اُمتی علی یدی اغیلمۃ من قریش"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان کہ "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی"

اور پھر اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے،

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل حدثنا عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو بن سعید قال اخبرنی جدی قال کنت جالسا مع ابی ھریرۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ ومعنا مروان قال ابو ھریرۃ سمعت الصادق المصدوق یقول "ھلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش" فقال مروان لعنۃ اللہ علیہم غلمۃ فقال ابو ھریرۃ لو شئت ان اقول بنی فلان و بنی فلان فعلت، فکنت

عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا جان نے بتلایا کہ میں مدینہ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا، اس وقت مروان بھی ہمارے ساتھ تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی" اس پر مروان کی زبان سے نکلا "خدا کی ان پر لعنت ہو، لونڈے ہوں گے! حضرت ابوہریرہ رضی

www.ahlehaq.com

اخرج مع جدی الی بنی مروان حین ملکوا بالشام فاذا رأهم غلمانا أحداثا قال لنا عسی هؤلاء ان یکونوا منهم قلنا انت أعلم۔

اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں فلاں کے لڑکے ہوں گے تو بتا بھی سکتا ہوں۔ (عمرو کا بیان ہے کہ) پھر میں اپنے دادا جان کے ساتھ جب بنی مروان کی حکومت شام پر قائم ہوئی تو ان کے یہاں جایا کرتا تھا اور دادا جان جب ان نوخیز لونڈوں کو دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ غالباً یہ وہی لوگ ہیں (جن کے متعلق حضرت ابوہریرہ نے بتایا تھا) ہم یہ سن کر کہتے آپ کو خوب معلوم ہے

میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے

إن فساد أمتی علی یدی غلمۃ سفہاء من قریش۔

(ج ۱۳ ۔ ص ۸)

میری امت کی تباہی قریش کے چند بے وقوف لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔۔

لونڈوں کی حکومت کی کیفیت

اس ہلاکت اور فساد کی تشریح جس کا ذکر صحیح بخاری کی ان حدیثوں میں

www.ahlehaq.com

آپ کی نظر سے گذرا ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں جس کو علی بن الجعد اور ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے ، ان الفاظ میں مذکور ہے ۔

اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان۔ قالوا وما امارۃ الصبیان؟ قال ان اطعتموھم ھلکتم، وان عصیتموھم اھلکوکم۔

فتح الباری (ج – ۱۳ – ص ۸)

"میں اللہ سے لونڈوں کی امارت سے پناہ مانگتا ہوں" حاضرین نے عرض کیا : لونڈوں کی امارت کیا معنی ؟ فرمایا یہ کہ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہلاک ہوئے (کہ دین برباد ہوا) اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر کے چھوڑیں گے (یعنی تمہیں جان سے مار ڈالیں گے یا تمہارا مال لوٹ لیں گے یا تمہاری جان و مال دونوں تباہ کر کے رکھ دیں گے)۔ ؎

؎ آپ اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ، حافظ شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال میں شمر بن ذی الجوشن کا جو تذکرہ لکھا ہے وہ پڑھیے ، فرماتے ہیں :-

شمر بن ذی الجوشن أبو السابغۃ الضبابی عن أبیہ وعنہ أبو اسحاق السبیعی لیس بأھل للروایۃ فانہ أحد قتلۃ

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغہ ضبابی ، اپنے باپ سے روایت کرتا ہے ، اور اس سے ابو اسحاق سبیعی - یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے ، کیونکہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

نیز ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وقد قتلہ أعوان المختار. روی ابوبکر بن عیاش عن أبی اسحٰق قال کان شمر یصلی معنا ثم یقول: اللّٰھم انک تعلم انی شریف فاغفر لی قلت: کیف یغفر اللہ لک وقد اعنت علی قتل ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ویحک فکیف نصنع؟ إن امراءنا ھؤلاء أمرونا بأمر فلم نخالفھم ولو خالفناھم کنا شرًا من ھٰذہ الحمر الشقاۃ۔

قلت ان ھذا العذر قبیح فانما الطاعۃ فی المعروف۔

(ج ۱ ص ۴۴۹ طبع مصر ۱۳۲۵ھ)

یہ بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کا ایک فرد تھا۔ شمر کو مختار کے اعوان نے قتل کیا۔ ابوبکر بن عیاش، ابو اسحاق سے راوی ہیں کہ شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھتا اور پھر یوں دعا کرتا کہ "اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں اس لیے مجھے بخش دے اس پر میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے کیوں بخشنے لگا تو نے تو ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل میں اعانت کی ہے کہنے لگا، تجھ پر افسوس! پھر ہم کیا کریں (ہمارا کیا بس تھا) ہمارے ان حاکموں نے ہمیں ایک حکم دیا تھا ہم نے اس کی مخالفت نہ کی، اور اگر ہم ان کی مخالفت کرتے تو ان بدنصیب گدھوں سے بھی بدترین بن جاتے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عذر قبیح ہے، اطاعت تو صرف نیک کام میں ہوا کرتی ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭

ان أبا هريرة كان يمشي فى السوق ويقول اللهم لاتدركني سنة ستين ولا إمارة الصبيان -

(فتح الباری ج - ۱۳ ص ۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں جاتے جاتے یوں دعا کرنے لگے "اے اللہ مجھے ۶۰ھ کا زمانہ نہ آنے پائے اور نہ لونڈوں کی امارت کا"

امت کو تباہ کرنے والے لونڈوں میں یزید سر فہرست ہے،

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

وفى هذا اشارة الى أن اول الأغيلمة كان فى سنة ستين وهو كذالك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقى الى سنة اربع وستين فمات -

(فتح الباری ج - ۱۳ - ص ۸)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لونڈوں میں سب سے پہلا لونڈا ۶۰ھ میں برسر اقتدار آیا جو بالکل واقع کے مطابق ہے۔ کیونکہ یزید بن معاویہ اسی ۶۰ھ میں بادشاہ بنا اور پھر ۶۴ھ تک زندہ رہ کر مر گیا

اور پھر مزید افادہ یہ فرماتے ہیں کہ :

"اس روایت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے عموم کی بھی تخصیص ہو جاتی ہے جس کو ابو زرعہ نے ان سے نقل کیا ہے اور جو "باب علامات النبوۃ" میں بایں الفاظ گذر چکی

مروان کا ان مفسد لونڈوں پر لعنت کرنا

نیز اس باب کے ختم پر حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے جو "تنبیہ" فرمائی ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

(تنبیه) يتعجب من لعن مروان الغلمة المذكورين مع أن الظاهر انهم من ولده. فكأن الله تعالىٰ أجرى ذالك على لسانه ليكون اشد في الحجة عليهم لعلهم يتعظون؛

وقد وردت أحاديث في لعن الحكم والد مروان وما ولد اخرجها الطبراني وغيره غالبها فيه مقال وبعضها جيد ولعل المراد تخصيص الغلمة المذكورين بذالك۔

(ج-۱۳ ص ۹)

(تنبیہ) تعجب ہوتا ہے کہ مروان نے ان مذکورہ لونڈوں پر لعنت کی حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس کی اولاد ہی میں ہوئے ہیں۔ پس گویا حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ بات اس کی زبان سے کہلوا دی تاکہ ان لونڈوں پر سخت حجت قائم ہو جائے اور شاید اس بات سے وہ کچھ نصیحت پکڑیں

اور ہاں مروان کے باپ حکم اور اس کی اولاد پر حدیثوں میں لعنت وارد ہوئی ہے ان حدیثوں کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے جن میں سے اکثر روایات میں گفتگو کی گنجائش ہے مگر ان میں سے بعض روایات جید بھی ہیں اور غالباً لعنت ان ہی لونڈوں کے ساتھ مخصوص ہے، جن کا ذکر حدیث بخاری میں آتا ہے

یزید کے دور میں صحابہ وتابعین پر مظالم

غرض قریش کے چند نوخیز لونڈے جن کے ہاتھوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ہلاکت و بربادی کی خبر دی ہے ان سب میں اول نمبر یزید پلید کا ہے، چنانچہ اس کی ولی عہدی کی سلسلہ جنبانی کے آغاز سے لے کر اس کے مرتے دم تک اس عہد کے اخیار امت صحابہ وتابعین پر جو مصائب کے پہاڑ ٹوٹے اور ان کی جس طرح توہین وتذلیل کی گئی اور ان کے ساتھ قتل وغارت کا جو معاملہ ہوا۔ اس سے تاریخ اسلام کے اوراق پُر ہیں اور صحیح بخاری میں اس سلسلہ کے جو واقعات ضمناً آگئے ہیں وہ یہ ہیں:-

(۳) حدثنا موسى بن اسماعيل قال حدثنا ابو عوانة عن أبي بشر عن يوسف بن ماهك قال كان مروان على الحجاز استعمله معاوية فخطب فجعل يذكر يزيد بن معاوية لكي يبايع له بعد ابيه، فقال له عبد الرحمن بن أبي بكر شيئا فقال خذوه فدخل بيت عائشة فلم يقدروا، فقال مروان ان هذا الذى

یوسف بن ماہک کا بیان ہے کہ مروان، حجاز کا گورنر تھا، جس کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں کا عامل مقرر کیا تھا اس نے خطبہ دیا جس میں یزید بن معاویہ کے متعلق ذکر کرنے لگا تاکہ اس کے باپ کے بعد اس کے لیے بیعت لے لی جائے اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مروان سے کچھ کہا تو اس نے (برافروختہ ہو کر) اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس شخص کو گرفتار کر لو، یہ سن کر حضرت عبد الرحمٰن

www.ahlehaq.com

انزل فیہ " والذی قال
لوالدیہ اف لکما
أتعدانني ه فقالت
عائشة من وراء الحجاب
ما انزل الله فينا شيئا
من القرآن الا ان الله
انزل عذری

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۵
کتاب التفسیر، سورہ احقاف)

بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی بہن
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں گھس گئے
اور مروان کی پولیس کا ان پر قابو نہ
چل سکا۔ اب مروان جھلا کر بولا
یہ وہی شخص تو ہے جس کے بارے
میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی
تھی " اور جس شخص نے اپنے ماں
باپ کو کہا میں بیزار ہوں تم سے کیا تم مجھ
کو وعدہ دیتے ہو؟ الخ حضرت
ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے جب مروان کی یہ غلط بیانی
سنی تو پردے کے پیچھے ہی سے
جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مذمت
میں تو قرآن پاک میں کچھ نازل نہیں
کیا ہے ہاں اللہ تعالیٰ نے میری برأت
اور پاکدامنی کی آیتیں ضرور نازل
فرمائی ہیں۔

امام بخاری کی اس روایت میں جو اجمال ہے اس کی تفصیل مستخرج
اسماعیلی " میں اسی سند کے ساتھ بایں الفاظ مذکور ہے :۔

فزاد معاویة ان یستخلف

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ

www.ahlehaq.com

يزيد يعني ابنه فكتب إلى مروان بذالك فجمع مروان الناس فخطبهم وذكر يزيد ودعا إلى بيعته، وقال إن الله أرى امير المومنين فى يزيد رأيا حسنا وان يستخلفه فقد استخلف ابوبكر وعمر۔

کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں تو مروان کو اس کے بارے میں لکھا اب مروان نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اس میں یزید کا ذکر کر کے اس کی بیعت کی دعوت دی، اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو یزید کے بارے میں اچھی رائے سمجھائی ہے۔ اب اگر وہ اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو ابوبکر و عمرؓ بھی خلیفہ بنا چکے ہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا مروان کو برسرِ منبر ٹوکنا

ظاہر ہے کہ اس لغو بیانی کا جواب سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہی کو دینا چاہیئے تھا، چنانچہ حسب توقع انہوں نے نہایت جرأت سے کام لے کر بڑی بے باکی سے "سلطان جابر" کے سامنے کلمہ حق کی ادائیگی کے فریضے کو انجام دیتے ہوئے فرمایا :-

ما هي الا هرقلية۔

یہ تو ہرقل[1] کی اتباع کے سوا کچھ نہیں۔

---

[1] ہرقل عیسائیوں کے فرمانروا قیصر کا نام ہے۔

اور حافظ اسماعیلی کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:۔

فقال مروان سنة ابی بکر وعمر فقال عبد الرحمٰن سنة هرقل وقیصر

مروان کہنے لگا یہ ابو بکر اور عمر کی سنت ہے ۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (نہیں بلکہ) ہرقل وقیصر کی رسم ہے۔

اور مسند ابی یعلی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبداللہ مدنی کی زبانی اس واقعہ کی یہ تفصیل مروی ہے:۔

کنت فی المسجد حین خطب مروان فقال ان اللہ قد اری أمیر المؤمنین رأیا حسنًا فی یزید، وان یستخلفه فقد استخلف ابوبکر وعمر، فقال عبد الرحمن هرقلیة ان ابا بکر واللہ ماجعلها فی احد من ولدہ، ولا فی اهل بیته، وما جعلها معاویه الاکرامة لولدہ۔

جس وقت مروان نے خطبہ دیا میں مسجد نبوی میں موجود تھا کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین (معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یزید کے بارے میں عمدہ رائے سجھائی ہے۔ اگر اس کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو ابو بکر وعمر بھی بنا چکے ہیں۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو ہرقل کا طریقہ ہے واللہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی اولاد میں کسی کو خلافت نہیں سونپی اور نہ اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنایا، مگر معاویہ تو بس اپنے بیٹے کو اعزاز بخشنا چاہتے ہیں۔

حضرت عائشہ کا مروان کو جھوٹا کہنا

ظاہر ہے اس حق بات کو سننے کی تاب مروان میں کہاں تھی، فوراً الزام تراشی پر اتر آیا اور ان کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا آخر جیسا کہ محدث اسماعیلی کی روایت میں آتا ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہنا پڑا۔

کذب واللہ ما انزلت فیہ۔

واللہ مروان جھوٹ بکتا ہے یہ آیت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہی نہیں ہوئی۔

مروان کی حضرت عائشہ سے سخت کلامی

مسند ابو یعلی میں یہ بھی آتا ہے کہ پھر مروان منبر سے اتر کر حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سخت کلامی کرنے لگا اور آپ نے بھی اس کو ویسے ہی جواب دیئے آخر واپس چلا گیا [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق معاویہ اور ابو سفیان سے افضل ہیں

اب ذرا غور کیجیے، مروان کی یہ تقریر کہاں ہو رہی ہے، منبر نبوی سے، مسجد نبوی میں، روضہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے، یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کے لیے اس پر افتراء پردازی کا یہ عالم ہے کہ اس ولی عہدی کی رسم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت بتلا رہا ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس کو ٹوکتے ہیں کہ یہ ابوبکر و عمر کی سنت نہیں ہے بلکہ ہرقل اور قیصر کی رسم ہے

---

[1] ان سب روایات کے لیے ملاحظہ ہو، فتح الباری ج ۸۔ ص ۴۴۲ و ۴۴۳

عہدی ہے تو بگڑ جاتا ہے الزام تراشی کرتا ہے، کتاب اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، ذرا نہیں سوچتا کہ کہاں ہوں، کس مقام سے بول رہا ہوں، کس سے مخاطب ہوں یہ کس باپ کے بیٹے ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھائی تھے۔ یہ یزید تو کیا چیز ہے اس کے والد ماجد معاویہ اور جد امجد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی بعض قرآن افضل ہیں، کیونکہ جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مولفۃ القلوب میں تھے فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے "طلقاء" میں ان کا شمار ہے۔ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں فتح مکہ سے بہت پہلے مشرف بہ اسلام ہو کر ہجرت فرمائے مدینہ ہو چکے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی آمدنی میں سے ان کے لیے چالیس وسق سالانہ خرما کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ ابن کثیر نے ان کے بارے میں لکھا ہے "کان من سادات المسلمین" (یہ مسلمانوں کے اکابرین سے تھے) اور "وکان محظما بین اھل الاسلام" (اہل اسلام میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے)[1]

اب جس کی ولی عہدی کے سلسلے میں اکابر صحابہ کی اس طرح توہین کی جائے اس کی بادشاہی کے دور میں کیا کچھ نہ ہوگا؟

عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا معاویہ کی رقم کو واپس کر دینا

حافظ ابن کثیر نے زبیر بن بکار سے بسند نقل کیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ درہم حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں بھیجے مگر

---

[1] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۸ و ۸۹ طبع مصر مطبعۃ السعادۃ

حضرت ممدوح نے یہ کہہ کر ان کے بیلنے سے انکار کر دیا کہ ابیع دینی بدنیای ؟ (کیا میں اپنی دنیا کے عوض اپنے دین کو بیچ ڈالوں) [1]

آخر کار اکابر صحابہ کے پر زور احتجاج کے باوجود ان کی مرضی کے خلاف یزید راج سنگھاسن پر براجمان ہو جاتا ہے، اور امت محمدیہ پر ہلاکت کا طوفان امنڈ آتا ہے، رجب سنہ ٦٠ ہجری میں یزید بادشاہ بنا، اور اسی سال ماہ رمضان میں یزید اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کا تقرر کرتا ہے۔

یزید کا گورنر مدینہ کو اس لیے معزول کرنا کہ اس نے حضرت حسین و ابن زبیر پر سختی نہ کی تھی

ولید کا قصور یہ تھا کہ اس نے بیعت کے معاملہ میں حضرت حسین و حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وہ سختی نہ کی تھی جو یزید کو مطلوب تھی اس لیے یہ دونوں حضرات یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ منورہ سے بخیر و عافیت مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ حالانکہ یزید کا ان کے بارے میں ولید کو یہ فرمان آچکا تھا کہ

اما بعد فخذ حسینا وعبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن الزبیر بالبیعة اخذا شدیدا لیست فیہ رخصة حتی یبایعوا والسلام [2]

اما بعد حسین، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو بیعت کے لیے سختی کے ساتھ پکڑو، اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں ذرا ڈھیل نہ ہونے پائے۔ والسلام

---

[1] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۸ و ۸۹ طبع مصر مطبعۃ السعادۃ [2] البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۴۶ و ۱۴۷

www.ahlehaq.com

مروان کا مشورہ کہ ان حضرات کا سر قلم کردیا جائے

مروان کا مشورہ ان حضرات کے بارے میں ولید کو یہ تھا کہ اگر یہ حضرات بیعت نہ کریں تو فوراً ان کا سر قلم کردو مگر ولید نے مروان کی بات نہ مانی اس لئے اس شاہی فرمان کی تعمیل میں کوتاہی کا لازمی نتیجہ معزولی تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے جو اس کی معزولی کی وجہ میں "لتفریطہ" کا لفظ لکھا ہے وہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے[1]

حضرت ابو شریح کا گورنر مدینہ کو حرم پر فوج کشی سے منع کرنا

چنانچہ اس کی جگہ گورنر ہو کر عمرو بن سعید اسی ماہ میں مدینہ آگیا یہ مزاج کا بڑا فرعون اور بڑا متکبر تھا، حافظ ابن کثیر کے اس کے بارے میں یہ الفاظ ہیں وکان متالھًا متکبرًا[2] (یہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ پر سمجھنے والا بڑا ہی مغرور تھا) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چونکہ ابھی تک یزید کی بیعت نہ کی تھی اور وہ حرم الٰہی میں پناہ گزیں تھے اس لئے اس نابکار نے ان کو گرفتار کرنے کے لئے مدینہ میں آتے ہی حرم مکہ پر لشکر کشی شروع کردی[3] اس کی اس ناشائستہ حرکت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور و محترم صحابی حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس بہترین انداز میں اسے فہمائش کی وہ صحیح بخاری میں اس طرح منقول ہے۔

چوتھی حدیث

(۴) حدثنا عبداللہ بن ... حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۴۸ [2] ایضاً [3] مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے "امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی" میں اس واقعہ کو عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت کا گمان کیا ہے جو صحیح نہیں یہ واقعہ یزید بن معاویہ کے زمانۂ حکمرانی میں ہوا ہے (ملاحظہ ہو "البدایہ والنہایہ" ترجمہ یزید بن معاویہ اور "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" ترجمہ حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

يوسف قال حدثنا الليث
قال حدثني سعيد هو
ابن ابي سعيد عن ابي
شريح انه قال لعمرو
بن سعيد - وهو يبعث
البعوث إلى مكة ائذن
لي ايها الامير أحدثك
قولاً قام به رسول الله
صلى الله عليه وسلم الغد
من يوم الفتح سمعته
اذناى ووعاه قلبي وابصرته
عيناى حين تكلم به، حمد
الله واثنى عليه ثم قال
ان مكة حرمها الله ولم
يحرمها الناس فلا يحل
لامرئ يومن بالله واليوم
الآخران يسفك بها دمًا
ولا يعضد بها شجرة فان
أحد ترخص لقتال رسول
الله فيها فقولوا ان الله
قد اذن لرسوله ولم يأذن

نے عمرو بن سعید کو جب کہ وہ مکہ
معظمہ پر چڑھائی کے لیے فوج کے
دستے بھیج رہا تھا فرمایا: اے امیر
اجازت دیجئے تاکہ میں آپ کے
سامنے وہ حدیث بیان کروں جس
کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے
ہو کر بیان فرمایا تھا اور جس کو میرے
دونوں کانوں نے سنا اور دل نے
یاد رکھا اور جس وقت آپ اس کو
بیان فرما رہے تھے تو میری دونوں
آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں
آپ نے حق تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد
فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم
بنایا ہے، لوگوں نے اس کو حرم
نہیں بنایا لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ
اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس
کے لیے یہ حلال نہیں کہ مکہ معظمہ میں
کسی کا خون بہائے اور نہ وہاں کا
کوئی درخت کاٹے، پھر اگر کوئی
شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لکم وانما اذن لی فیھا ساعۃ من نھار ثم عادت حرمتھا الیوم کحرمتھا بالامس ولیبلغ الشاھد الغائب، فقیل لابی شریح ما قال عمرو قال إنما أنا أعلم منك یا ابا شریح لا تعیذ عاصیا ولا فارا بدم ولا فارا بخربۃ

(صحیح بخاری کتاب العلم باب لیبلغ الشاہد الغائب)

کے وہاں قتال کرنے کی وجہ سے اس امر کی رخصت چاہے تو اس کو بتادو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی مگر تم کو اس کی اجازت نہیں دی، اور مجھے بھی گھڑی بھر دن کی اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی جس طرح کہ کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہیئے کہ جو شخص غائب ہے اس تک یہ بات پہنچا دے۔ اس پر ابو شریح سے دریافت کیا گیا کہ عمرو نے پھر کیا جواب دیا۔ فرمایا، اس نے کہا اے ابو شریح میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں مکہ نہ کسی عاصی کو پناہ دیتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کو جو خون کر کے وہاں بھاگ جائے اور نہ اس شخص کو جو چوری کر کے وہاں فرار ہو جائے۔

www.ahlehaq.com

گورنر مدینہ کا صحابی رسول کے سامنے اپنی علمیت بگھارنا

غور کیجئے: صحابی رسول حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم الٰہی پر فوج کشی سے روکنے کے لیے یزید کے گورنر کو حدیث رسول بیان کرتے ہیں اور یہ بدبخت ان کے سامنے اپنی علمیت بگھارتا ہے اور کہتا ہے "میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں" امام ابن حزم اپنی مشہور تصنیف المحلی کی کتاب الجنایات" میں بالکل صحیح لکھتے ہیں:۔

لا كرامة للطيم الشيطان الشرطي الفاسق يريد ان يكون اعلم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا الفاسق هو العاصي لله ولرسوله ، ومن والاه أو قلده ـ وما حامل الخزي في الدنيا والآخرة الا هو ومن امره ـ

اس لطیم الشیطان، پولیس مین، فاسق کی بھی یہ وقعت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی سے بھی زیادہ عالم بننے کا دعویٰ کرے۔ عاصی ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہیں بلکہ یہی فاسق اللہ اور اس کے رسول کا عاصی تھا اور وہ شخص جس نے اس سے دوستی کی یا اس کے کہنے پر چلا اور دنیا اور آخرت میں ذلت اٹھانے والا یہی تھا اور وہ (یزید) جس نے اس کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن زبیر کے خلاف گورنر مدینہ کی ہرزہ سرائی قابل قبول نہیں۔

اور شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں رقمطراز ہیں۔

عہ لطیم الشیطان کے معنی ہیں جس کو شیطان نے چپت لگایا ہو۔ یہ عمرو بن سعید اشدق کا لقب ہے۔

وایں دعوی مجرد است و مردود بروے، زیراچہ عبداللہ بن زبیر صحابی است متعبد، جامع صفات حمیدہ، وکارے نکردہ کہ بداں مستحق قتل باشد بیرون حرم ونہ خروج کردہ براحدے، ونہ خواند مردم را بہ بیعت خود باآنکہ ناخوش بودند از یزید اہل حرمین و مبادرت نکردند بہ بیعت وے جز اہل شام بنابر تولیہ پدرش معاویہ، وامتناع آورد عبداللہ وغیر وے از بیعت آں نااہل کہ مسرف در معاصی ومرتکب کبائر بود وپناہ گرفت از شر وے در گوشۂ حرم، پس تعین کرد لشکرہا لقتال ابن زبیر بمکہ۔

(ج۔۳۰ ص ۳۲۲ طبع مطبع علوی لکھنو ۱۳۰۲ھ)

اور یہ (گورنر مدینہ، عمرو بن سعید کا) خالی خولی دعوی ہے جو مردود ہے کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما ایک عابد صحابی تھے، صفات حمیدہ کے جامع، انہوں نے کوئی کام ایسا نہ کیا تھا جس کی بنا پر بیرون حرم وہ قتل کے مستحق ٹھہرتے، اور نہ کسی کے خلاف انہوں نے خروج کیا تھا، نہ لوگوں کو (ابھی تک) اپنی بیعت کی دعوت دی تھی، حالاں کہ اہل حرمین یزید سے خوش نہ تھے اور یزید کی بیعت پر بجز اہل شام کے کسی نے جلد بازی سے کام نہ لیا، اور اہل شام نے اس لئے جھٹ پٹ بیعت کرلی کہ اس کے باپ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو اپنا ولی عہد بنادیا تھا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ اور دوسرے حضرات نے اس نااہل کی بیعت کرنے سے اس لیے سختی سے انکار کردیا کہ یہ معاصی میں حد سے بڑھ گیا تھا اور

www.ahlehaq.com

کبائر کا مرتکب تھا۔ حضرت عبداللہ
بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کی
شر سے بچنے کے لیے حرم محترم کے گوشہ
میں پناہ لے رکھی تھی لہذا اس نے مکہ
معظمہ میں ان سے جنگ کرنے کے لئے
فوجوں کو روانہ کیا۔

اور شیخ نور الحق محدث دہلویؒ "تیسیر القاری شرح صحیح بخاری" میں ارقام فرماتے ہیں:۔

کلام این مفسد حجت را نمی شاید
از آنکہ خلاف معتقدہ
اہل دین است ، در روایت
امام احمد آمدہ کہ گفت ابوشریح
گفتم عمرو را من حاضر و تو
غائب بودی ، و بموجب امر
آنحضرت رساندم ترا ، و این
مشعر است بآنکہ ابوشریح
قبول گفتۂ عمرو نکردہ و او
را بوے گزاشتہ از جہت
عجز و عدم قدرت بجہت شوکت
و غلبہ او۔

(ج - ۲ ص ۱۵۷) طبع علوی لکھنؤ

اس مفسد (عمرو) کی بات حجت کے
لائق نہیں کیونکہ یہ اہل دین کے دستور
کے خلاف ہے، مسند احمد کی ایک
روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو
شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
میں نے عمرو کو جواب دیا تھا کہ جب
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد
فرمایا تھا میں اس وقت حاضر تھا اور
تو غائب اس لئے تو حدیث
کا مطلب کیا جانے) میں نے آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد
کے مطابق تجھے تبلیغ کر دی۔ اس سے
معلوم ہوا کہ حضرت ابوشریح رضی اللہ

www.ahlehaq.com

تعالیٰ عنہ نے عمرو کی اس بات کو نہیں مانا، مگر چونکہ عمرو کو شوکت اور غلبہ حاصل تھا اور آپ اسکے مقابلے سے عاجز تھے اور اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اس لیے زبانی فہمائش کے بعد آپ نے اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا۔

مروان نے جو معاملہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کیا وہ آپ پڑھ چکے ہیں، یہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اکبر تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے نواسے ہیں ان کے خلاف حرم محترم پر صرف اس لیے فوج کشی کی گئی کہ انھوں نے یزید پلید سے بیعت نہیں کی تھی۔

حضرت ابن زبیر کے فضائل حضرت ابن عباس کی زبانی

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلالت شان کا اندازہ لگانا ہو تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے الفاظ پڑھیے:

أما أبوه فحواری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید الزبیر۔ وأما جدہ فصاحب الغار۔ یرید أبا بکر۔ وأما

ان کے والد ماجد یعنی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری تھے اور ان کے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے رفیق غار تھے

أمه فذات النطاق يريد أسماء۔ وأما خالته فأم المؤمنين يريد عائشة۔ وأما عمته فزوج النبي صلى الله عليه وسلم۔ يريد خديجة۔ وأما عمة النبي صلى الله عليه وسلم فجدته يريد صفية۔ ثم عفيف في الإسلام قارئ للقرآن۔

(صحیح بخاری باب قولہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ)

اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذات النطاق (کہ جنہوں نے ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زاد سفر اپنے پٹکے سے باندھا تھا) اور ان کی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور ان کی پھوپھی (ان کے ابا کی پھوپھی مراد ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، اور ان کی دادی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمہ محترمہ ہیں اور پھر وہ خود اسلام میں پاکباز اور قرآن پاک کے بکثرت پڑھنے والے ہیں۔

مصاحف عثمانی کی کتابت میں حضرت ابن زبیر کی شرکت

یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ قرآن کریم جو اس وقت امت کے ہاتھوں میں ہے اور جس کو شب و روز ہم پڑھتے ہیں اس کی نقلیں حضرت امیر المؤمنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نگرانی میں کرا کر ممالک محروسہ میں روانہ کی تھیں۔ ان مصاحف کی کتابت کے لیے حضرت امیر المؤمنین نے جن چار حضرات کو نامزد فرمایا

www.ahlehaq.com

ان میں سے ایک یہ بھی تھے ۱؎

حضرت ابن زبیر کے فضائل احادیث کی روشنی میں،

صحیح بخاری میں ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آئیں تو ان دنوں یہ شکم مادر میں تھے، اور وضع حمل کی مدت قریب تھی چنانچہ قبا کے زمانہ قیام ہی میں ان کی ولادت ہوئی فرماتی ہیں

ثم اتیت به النبی صلی اللہ علیه وسلم فوضعه فی حجرة ثم دعا بتمرة فمضغها ثم تفل فی فیه فکان اول شیء دخل جوفه ریق رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم حنکه بتمرة ثم دعا له وبرك علیه وکان اول مولود ولد فی الاسلام (باب هجرة النبی صلی اللہ علیه وسلم واصحابه الی

پھر میں بچہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ان کو اپنی گود میں لے لیا اور آپ نے ایک کھجور منگوائی اور اس کو چبا کر پھر ان کے منہ میں ڈال دی چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو داخل ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا، پھر آپ نے کھجور کو ان کے تالو پر مل دیا اور ان کے لیے برکت کی دعا کی، اور یہ پہلے بچے تھے جو اسلام میں (ہجرت کے بعد مہاجرین میں) پیدا

۱؎ ملاحظہ ہو صحیح بخاری کی باب جمع القرآن" بقیہ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) حضرت زید بن ثابت (۲) حضرت سعید بن العاص (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم اجمعین

المدینہ، ہوئے

اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ ہیں

اوّل مولود ولد فی الاسلام عبد اللہ بن الزبیر آتوا بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تمرۃ فلاکھا ثم ادخلہا فی فیہ فاوّل ما دخل فی بطنہ ریق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح بخاری باب مذکور)

پہلا بچہ جو اسلام میں (ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں میں) پیدا ہوا وہ عبد اللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تھے ان کو (ان کے گھر والے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے تو آپ نے ایک کھجور منگوا کر پہلے اس کو اپنے دہن مبارک میں چبایا اور ان کے منہ میں اس کو انڈیل دیا چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو پہنچی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب دہن تھا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں اتنا اضافہ اور آتا ہے:

ثم مسحہ وصلی علیہ وسماہ عبد اللہ ثم جاء وھو ابن سبع سنین او ثمان لیبایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ

پھر حضور علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، ان کے لیے دعا خیر کی اور ان کا نام عبد اللہ رکھا، پھر جب وہ سات یا آٹھ برس کے ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بذ الك الزبير فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم حين رآه مقبلا إليه ثم بايعه ۔

(باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته)

سے بیعت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر ان سے بیعت لے لی ۔

امام نووی، اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وفي هذا الحديث مناقب كثيرة لعبد الله بن الزبير رضي الله عنه منها أن النبي صلى الله تعالى عيه وسلم مسح عليه وبارك عليه ودعا له وأول شيء دخل جوفه ريقه صلى الله عليه وسلم وانه أول من ولد في الاسلام بالمدينة والله أعلم ۔

(شرح صحیح مسلم از امام نووی باب مذکور)

اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بہت سے مناقب ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا (۱، ۲) ان کے لیے برکت طلب کی (۳) ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی (۴) پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں پہنچی وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا (۵) یہ اسلام میں پہلے بچے ہیں جو مدینہ طیبہ میں (ہجرت کے بعد) پیدا ہوئے ۔

اور مستخرج اسماعیلی میں "صحیح بخاری" کی اس روایت میں "فی الاسلام" کے بعد یہ اضافہ بھی ہے ۔

ففرح المسلمون فرحًا شديدًا لأن الیھود کانوا یقولون سحرناھم حتی لا یولد لھم

(فتح الباری ج۔ ۷ ص ۱۹۲)

یہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بڑی ہی خوشی ہوئی کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اب ان کے یہاں اولاد نہیں ہو گی۔

عبرت کا مقام ہے مسلمانوں کو جس مبارک بچے کی ولادت پر بڑی خوشی ہوئی، یزید اور اس کا گورنر عمرو اشدق اسی کے قتل کرنے کے درپے ہوں، اور اسی کی موت میں اپنی خوشی سمجھیں۔ ع

تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

یزیدی گورنر کی مذمت حدیث میں

واضح رہے کہ یہ یزیدی گورنر عمرو بن سعید اشدق وہی نابکار ہے جس کے بارے میں مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی ہے:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لیرعفن علی منبری جبار من جبابرة بنی أمیة حتی یسیل رعافه قال فاخبرنی من رأی عمرو بن سعید بن العاص رعف علی منبر رسول اللہ صلی اللہ

میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "یقیناً بنی امیہ کے ستمگاروں میں ایک ستمگار کی میرے منبر پر اس طرح نکسیر پھوٹ کر رہے گی کہ بہنے لگ جائے گی"۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ پھر مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمرو بن سعید بن العاص کو اس حال میں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی سال معافہم۔ (البدایہ والنہایہ۔ از حافظ ابن کثیر ج ۸ ص ۲۱۱)

دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر اس کی نکسیر اتنی پھوٹی کہ وہ منبر پر بہنے لگی۔

کربلا کے دن بنی امیہ نے اپنے دین کو ذبح کر کے رکھ دیا

غرض یزید کی ولی عہدی کی ابتدا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی اہانت سے ہوئی اور اس کی بادشاہی کا آغاز ان کے نواسے پر حرم الٰہی میں فوج کشی سے اور ابھی سال جلوس ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ دودمانِ نبوی کے گل سرسبد کو مسل کر خاک میں ملا دیا اور اپنی دانست میں خاندانِ نبوت کا چراغ گل کر کے رکھ دیا، محرم ۶۱ھ ہجری کے یوم عاشورا میں اہل بیت رسالت پر یزیدی لشکر کے ہاتھوں جو قیامت ٹوٹی اس کے بارے میں جس نے بھی یہ کہا سچ کہا کہ:

ضحی بنوا میة یوم کربلا بالدین ¹

کربلا کے دن بنوامیہ نے اپنے دین کو ذبح کر کے رکھ دیا۔

(۵) قرابت رسول اللہ کا پاس لحاظ

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب مناقب قرابة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے فضائل کا بیان

---

¹ اور اسی طرح انتقام بھی، ² تاریخ الخلفاء از امام سیوطی، ترجمہ یزید بن عبدالملک بن مروان۔

اور پھر اس باب کے تحت حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا :

ارقبوا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فی اھل بیتہ ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کا پاس ولحاظ رکھو ۔

یعنی ان کو کسی معاملہ میں ان کو اذیت پہنچے اور نہ ان حضرات کے ساتھ کسی قسم کا برا برتاؤ ہونے پائے ۔ اور اسی باب میں حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں ۔

والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحب إلیّ أن أصل من قرابتی ۔ قسم اس ذات عالی کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل قرابت سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے اہل قرابت کی صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کا اس قدر پاس ولحاظ تھا کہ جب کبھی ان کے عہد میں قحط سالی ہوتی اور دعا استسقاء کی ضرورت پڑتی ، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرتے ، اور خود ان سے دعا کراتے ، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے ۔

ان عمر بن الخطاب رضی ۔۔۔ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت

اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس ابن عبد المطلب فقال اللھم اناکنا فتوسل الیک بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا، قال فیسقون۔

(باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے بارش کی دعا کرتے اور یوں عرض کرتے کہ الٰہا ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے تجھ سے دعا مانگا کرتے تھے، پھر تو ہم پر بارش برساتا تھا اور اب اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے توسل سے تجھ سے مانگتے ہیں تو ہم پر مینہ برسا دے، راوی کا بیان ہے کہ پھر لوگوں پر مینہ برسنے لگتا تھا

حدیث میں "قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں شارحین صحیح بخاری لکھتے ہیں:۔

مراد از قرابت پیغمبر خدا کسے کہ منتسب است بعبد المطلب و مومن است چنانکہ علی مرتضیٰ وابنائے او رضی اللہ عنہم۔ تیسیر القاری ج ۳۔ ص ۴۵۰ طبع علوی لکھنو ۱۳۰۲ھ

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت" سے مراد وہ مومن حضرات ہیں کہ جن کا سلسلہ نسب خواجہ عبد المطلب سے ملتا ہے جیسے حضرت علی مرتضیٰ اور ان کے صاحبزادگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

شیخ نور الحق محدث دہلوی نے "تیسیر القاری" میں جو کچھ لکھا ہے وہی علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

www.ahlehaq.com

"من ینسب لعبد المطلب مؤمنا کعلی و بنیہ" اور شارحین نے جو کچھ لکھا ہے وہی مطلب امام بخاری کا ہے، اسی لیے امام بخاری نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اثر کو باب مناقب الحسن والحسین" میں پھر دوبارہ روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں اور علامہ عینی نے "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کے تحت ان تمام حضرات کو نام بنام گنوایا ہے جو اس وقت خواجہ عبد المطلب کی اولاد میں بقید حیات تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا شرف حاصل تھا، ان میں حضرت مسلم بن عقیل کا نام بھی ہے جو شکل و صورت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے عون اور محمد کا بھی۔

پھر یزید نے "قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو پاس ولحاظ کیا وہ سب کو معلوم ہے۔

عبید اللہ بن زیاد جس کو یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ آنے کی خبر سن کر وہاں کا گورنر بنا کر بھیجا تھا اس کی سنگدلی اور قساوت قلبی کا اندازہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس شقی کے سامنے جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو چھڑی سے آپ کے سر مبارک کو چھیڑنے اور آپ کے حسن پر طعن کرنے لگا، اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ نے اس کو تنبیہ کی کہ کیا کرتا ہے؟

کان اشبھھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح بخاری) (باب مناقب الحسن والحسین)

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی مشابہ تھے۔

اور مسند بزار میں ایک دوسری سند سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ

فقلت له إني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلثم حيث تضع قضيبك قال فانقبض۔

(فتح الباری باب مذکور)

میں نے اس سے کہا جہاں تو اس وقت اپنی چھڑی رکھ رہا ہے وہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے یہ سن کر وہ شقی گھٹ کر رہ گیا۔

اور معجم طبرانی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ۔

فجعل يجعل قضيبه في يده في عينه وانفه. فقلت ارفع قضيبك فقد رأيت فم رسول الله صلى الله عليه وسلم في موضعه.

(فتح الباری باب مذکور)

ابن زیاد بدنہاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس کو وہ شقی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشم مبارک اور بینی مبارک میں داخل کرنے لگا تو میں نے اس سے کہا اپنی چھڑی ہٹا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک کو اس جگہ رکھے ہوئے دیکھا ہے جس جگہ تیری چھڑی اس وقت ہے۔

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کا پاس و لحاظ جس کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ ارقبوا محمداً

فی اهل بیتہ" اور جس کا ترجمہ حضرت شیخ نورالحق بن عبدالحق محدث دہلوی نے ایک جگہ ان الفاظ میں کیا ہے:-

گفت ابوبکر نگہدارید و محافظت کنید محمد را در اہل بیت او یعنی حفظ حرمت محمد و تعظیم او در گرامی داشتن اہل بیت اوست۔ ("تیسیر القاری" ج-۳ ص ۴۵۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے معاملہ ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر میں رکھو اور آپ کا پوری طرح خیال کرو، یعنی آپ کی حرمت و تعظیم آپ کے اہل بیت کے اعزاز میں ہے۔

اور دوسری جگہ ان الفاظ میں:-

گفت ابوبکر صدیق نگہدارید عزت و شرف محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در نگہداشت حرمت و تعظیم در حق اہل بیت آنحضرت" "تیسیر القاری" ج-۳ ص ۳۶۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کے حق میں ان کی حرمت و تعظیم کو مدنظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عز و شرف کو ملحوظ رکھو۔

پھر یزیدی لشکر نے کربلا کے میدان میں جو ان اہل بیت پر جو ظلم و ستم ڈھایا اس کے بارے میں شیخ نورالحق محدث دہلوی نے "تیسیر القاری شرح صحیح بخاری" بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

در شرح ایں قصہ جانگزا جگر آب شدہ

اس قضیۂ جان گسل کو بیان کرنے میں

وقلم از دست او فتاد ..... از حوصلہ طبع مسلمانے بیرون است کہ اشارتے بآں تواں نمود۔

(ج ۳ ص ۶۴۳)

جگر پانی پانی ہو گیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا .... کسی مسلمان کے حوصلہ سے یہ باہر ہے کہ اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔

یزید کی شقاوت

اور علامہ عبد اللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی "کتاب الاتحاف بحب الاشراف" میں فرماتے ہیں۔

لا ریب ان الله سبحانه قضی علی یزید بالشقاوة فقد تعرض لآل البیت الشریف بالاذی فارسل جنده لقتل الحسین وقتله وسبی حریمه واولاده وهم اکرم اهل الارض حینئذ علی الله سبحانه

(ص ۱۸ طبع مصطفی بابی حلبی مصر ۱۳۱۸ھ)

لاریب حق تعالیٰ سبحانہ نے یزید پر شقاوت مسلط کی کہ اس نے آل بیت شریف (نبوی) کے ستانے پر کمر باندھی قتل حسین کے لیے اپنی سپاہ بھیجی ان کو شہید کیا ان کی حرم اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا حالانکہ یہ حضرات اس وقت اللہ تعالیٰ سبحانہ کے نزدیک روئے زمین پر تمام بسنے والوں سے زیادہ معزز تھے

ابن زیاد کا طرزِ عمل صحابہ کے ساتھ

حضرت معقل بن یسار کا اس کو نصیحت فرمانا

امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں ایک باب باندھا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح" یعنی جس کو رعیت کا والی بنایا جائے اور پھر وہ رعیت کی خیرخواہی نہ کرے" اور پھر اس باب میں یہ دو حدیثیں بیان کی ہیں:

(۱) عن الحسن ان عبید اللہ بن زیاد عاد معقل بن یسار فی مرضہ الذی مات فیہ فقال لہ معقل انی محدثک حدیثاً سمعتہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطہا بنصیحۃ لم یجد رائحۃ الجنۃ

(۱) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آیا¹ تو حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کسی رعیت

۱؎ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یہ یزید کے عہد حکومت کا واقعہ ہے۔

کی نگرانی سپرد فرمائے اور پھر وہ
پوری طرح ان کی خیر خواہی نہ کرے
تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔

(۲) وعن الحسن أتينا معقل
بن يسار نعوده ، فدخل
عبيد الله بن زياد فقال
له معقل أحدثك حديثا
سمعته من رسول الله صلى
الله عليه وسلم فقال ما من
وال يلي رعية من
المسلمين فيموت و
هو غاش لهم الا حرم
الله عليه الجنة ۔

(۲) نیز حضرت حسن بصری رح کا بیان ہے
کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے ہم ان
کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اتنے
میں عبیداللہ بن زیاد بھی آگیا ،
حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث
سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے
آپ نے ارشاد فرمایا "جو حکمران بھی
مسلمانوں کی کسی رعیت کا حاکم ہو
اور پھر اس حال میں مرے کہ وہ
ان کے ساتھ دغا بازی کرتا تھا تو
اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر
دے گا۔"

"صحیح مسلم" میں حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں اتنا
اضافہ اور ہے :۔

لو علمت ان لی حیاۃ ما حدثتک

اگر میں یہ سمجھتا کہ میری ابھی زندگی باقی

به — سچے تو میں تجھ سے یہ حدیث بیان ہی نہ کرتا۔

(ج - ۲ ص ۱۲۲)

اور دوسری روایت میں ہے:

ولا انی فی الموت لم احدثك به۔ (باب فضیلة الامیر العادل وعقوبة الجائر) — اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں موت کے منہ میں ہوں تو یہ حدیث تم سے بیان بھی نہ کرتا۔

یہ حدیث "صحیح مسلم" میں "کتاب الایمان" میں بھی ہے اور "کتاب الامارہ" میں بھی، صحیح مسلم کے ایک طریق میں اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس حدیث کو سن کر ابن زیاد حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا:

الاکنت حدثتنی هذا قبل الیوم، قال ما حدثتك أو لم أكن لاحدثك۔ — یہ حدیث آپ نے مجھ کو آج سے پہلے کیوں بیان نہیں کی، فرمایا: بس میں نے تم سے بیان نہ کی یا میں تم سے بیان کرنے والا نہ تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے:-

کان یخشی بطشه فلما نزل به الموت أراد ان یکف بذالك بعض شره عن المسلمین۔ — وہ ابن زیاد بدنہاد کی سخت گرفت سے ڈرتے تھے، جب موت کا وقت آگیا تو چاہا کہ اس طرح ہی مسلمانوں پر سے اس کی شر کو کچھ دفع کیا جائے۔

(ج ۱۳ - ص ۱۱۳)

ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن مغفل کے ساتھ بدتمیزی،

یہ حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں یاد رہے کہ ان سے پہلے بھی اسی قبیلے کے ایک دوسرے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آ چکا ہے جس کی تفصیل امام طبرانی کی المعجم الکبیر میں ایک دوسری سند سے بایں الفاظ مروی ہے۔

(۲) عن الحسن قال لما قدم علينا عبيد الله بن زياد أميرًا أمّره علينا معاوية غلامًا سفيهًا يسفك الدماء سفكًا شديدًا وفينا عبد الله بن مغفل المزني فدخل عليه ذات يوم فقال له إنته عما أراك تصنع فقال له وما أنت وذاك. قال ثم خرج إلى المسجد فقلنا له ما كنت تصنع بكلام هذا السفيه على رؤوس الناس؟ فقال إنه كان عندي علم فأحببت أن لا أموت حتى أقول

حضرت حسن بصری رح کا بیان ہے کہ جب ہمارے پاس عبیداللہ بن زیاد امیر بن کر آیا۔ اس کو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم پر والی بنا کر بھیجا تھا یہ ایک بے وقوف چھوکرا تھا جو نہایت بے دردی سے لوگوں کا خون بہایا کرتا تھا اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں زندہ تھے، وہ ایک روز اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمانے لگے کہ "جو کچھ میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں اس سے باز آجاؤ" اس نے اس نصیحت پر حضرت ممدوح کو یہ جواب دیا کہ تم اس سے منع کرنے

به على رؤس الناس، ثم قام فما لبث ان مرض الذى توفى فيه فأتاه عبيد الله بن زياد يعوده فذكر نحو حديث ابى اباب۔

فتح الباری
(ج ۱۳ ص ۱۱۲)

والے کون ہوتے ہو! پھر حضرت ممدوح مسجد میں تشریف لائے تو ہم نے ان سے عرض کیا آپ برسر عام اس بے وقوف کے منہ لگ کر کیا کریں گے؟ فرمایا میرے پاس علم تھا سو مجھے یہ پسند آیا کہ جب تک اس کو برسر عام بیان نہ کر دوں موت کے منہ میں نہ جاؤں، پھر آپ جیسے ہی اٹھے مرض الموت نے آپ کو آلیا، اسی بیماری میں عبید اللہ بن زیاد بھی آپ کی عیادت کے لیے آیا! اور آپ نے اسی مضمون کی حدیث اس کو بیان کی جو اس باب میں مذکور ہے۔

ابن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو کے ساتھ بدتمیزی (۳)

اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ صحیح مسلم میں یہ ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ابن زیاد کو نہایت نرمی کے ساتھ سمجھانا چاہا تو اس بدنہاد نے بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت کا کچھ اثر لیتا الٹا ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ حسب ذیل ہے۔

إن عائذ بن عمرو، وكان

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ

من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم - دخل علی عبید الله ابن زیاد فقال ای بنی انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ان شر الرعاء الحطمة، فایاك ان تكون منهم، فقال له: اجلس فانما انت من نخالة اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم: فقال وهل كانت لهم نخالة انما كانت النخالة بعدهم وفی غیرهم

(ج ۲ ص ۱۲۲)

عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، عبید اللہ بن زیاد کے پاس آکر فرمایا بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے: حکمرانوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو لوگوں کو پیس مارے، تو تم اپنے آپ کو ان میں شامل کرنے سے بچتے رہو، یہ سن کر وہ کہنے لگا، بڑے میاں، بیٹھ جاؤ، تم تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کی بھوسی ہو! یہ جواب سن کر حضرت عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا صحابہ میں بھی بھوسی تھی؟ بھوسی تو بعد میں آنے والوں میں ہے اور ان میں کہ جو صحابی نہیں ہیں۔

ابن زیاد کا حضرت ابو برزہ کا مذاق اڑانا

(۴) اور اسی نوع کا ایک اور واقعہ سنن ابو داؤد میں یہ منقول ہے۔

حدثنا مسلم بن ابراهیم نا عبد السلام بن ابی حازم

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہ ہمیں ابو طالوت عبد السلام بن

www.ahlehaq.com

آبو طالوت قال شهدت
أبا برزة دخل على
عبيد الله بن زياد فحدثني
فلان سماه مسلم - وكان
في السماط - قال فلما رآه
عبيد الله قال ان محمديكم
هذا الدحداح" ففهمها
الشيخ فقال "ما كنت
أحسب أني أبقى في
قوم يعيرونی بصحبة
محمد صلى الله عليه
وسلم" فقال له عبيد الله
ان صحبة محمد صلى
الله عليه وسلم لك زين
غير شين" ثم قال إنما
بعثت اليك لأسئلك
عن الحوض سمعت
رسول الله صلى الله عليه
وسلم يذكر فيه شيئاً

ابی حازم نے بتلایا کہ میں اس وقت موجود
تھا جب حضرت ابو برزہ اسلمی رضی
اللہ تعالیٰ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے
پاس کے تشریف لے گئے تھے چنانچہ
مجھ سے فلاں؎ صاحب نے بیان کیا
(ابو داؤد کہتے ہیں ہمارے استاد مسلم
نے تو ان کا نام بھی بیان کیا تھا مگر
میرے ذہن سے اتر گیا) جو اس
وقت مجلس میں موجود تھے ان صاحب
کا بیان ہے کہ جیسے ہی عبید اللہ
کی نظر حضرت پر پڑی کہنے لگا (یہ)
"تمہارا محمدی ٹھگنا موٹا" (آگیا)۔
شیخ (حضرت) نے اس کی بات
سمجھی تو فرمانے لگے "میں نہیں سمجھتا
تھا کہ میں اس قوم کے وجود میں
آنے تک باقی رہوں گا کہ جو مجھے
حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی صحبت پر عار دلانے لگی"۔ تب
عبید اللہ نے (بات بدل کر) ان سے

؎ یاد رہے کہ مسند احمد میں ان کا نام عباس جریری آتا ہے۔

www.ahlehaq.com

قال ابو برزة نعم لا مرة ولا ثنتين ولا ثلاثا ولا اربعا ولا خمسة فمن كذب به فلا سقاه اللہ منہ ثم خرج مغضبًا۔
(کتاب السنۃ باب فی الحوض)

کہا "محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت تو آپ کے لیے زینت ہے باعث عیب نہیں" پھر کہنے لگا میں نے آپ کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ آپ سے حوض کے بارے میں سوال کروں کہ کیا آپ نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے، حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں ہاں۔ ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ نہیں، چار دفعہ نہیں، پانچ دفعہ نہیں، جو حوض کا انکار کرے اللہ تعالیٰ اس کو حوض سے کچھ نہ پلائے اس کے بعد آپ غصہ کی حالت میں اس کے پاس سے چلے آئے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" میں فرماتے ہیں کہ:۔

"عبید اللہ بن زیاد فساق میں سے تھا، اس لیے اس نے بطور تمسخر آپ کو "دحداح" یعنی ٹھگنا موٹا" کہا تھا، مگر آپ نے اپنے بارے میں تو اس کے اس طنز پر التفات نہ فرمایا،

البتہ اس نے "محمدی" کہہ کر جو آپ کا مذاق اڑایا، اس پر آپ کو غصہ آگیا کیونکہ اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کی اہانت نکلتی ہے"

(ج ۵ ص ۲۲۶ طبع دہلی)

یہ تھا ابن زیاد کا طرزِ عمل صحابہ کرام کے ساتھ اور عترتِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس نے جو ظلم و ستم ڈھایا وہ معلوم خاص و عام ہے۔

ابن زیاد بد نہاد تھا

ان سب باتوں کے ساتھ ابن زیاد کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس کا باپ زیاد بن سمیہ ثابت النسب نہیں تھا، بلکہ ولد الزنا تھا جس کے یہاں پیدا ہوا اس کی بجائے دوسرے کو اپنا باپ بتاتا تھا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین نے اس کے اس فعل پر نکیر بھی کی[1] ان میں خود زیاد کے ماں شریک بھائی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی بھی ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوعثمان نہدی سے روایت ہے۔

لما ادعی زیاد لقیت ابا بکرة فقلت له ما هذا الذی صنعتم؟ انی سمعت سعد بن ابی وقاص یقول سمع اذنای من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وهو یقول من ادعی ابا فی الاسلام غیر ابیه یعلم

جب زیاد کے بارے میں دعویٰ کیا گیا (کہ وہ ابوسفیان کی اولاد ہے) تو میں (اس کے ماں جائے بھائی) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملا اور ان سے کہا کہ تم لوگوں نے یہ کیا کیا (مطلب ان کے خاندان کا تھا) میں نے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶

www.ahlehaq.com

أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام. فقال أبو بكرة وأنا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم

(ج ۱ ص ۵۷ کتاب الایمان باب بیان حال من رغب عن ابیہ وہو یعلم)

وہ فرماتے تھے کہ میرے دونوں کانوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام میں جو شخص اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کو باپ بتلائے حالاں کہ اسے معلوم ہے کہ اس کا باپ یہ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے" یہ سن کر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ خود میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس سے یزید کی مردم شناسی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ ظالم اپنے مظالم کا نفاذ کرنے کیلئے کیسے کیسے بد سرشت لوگوں کا انتخاب کیا کرتا تھا، یزید کو تجربہ ہو چکا تھا کہ اس کا خاص چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان، مروان کے ترغیب دلانے کے باوجود قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آمادہ نہ ہو سکا اس لیے اس نے اس کام کو سرانجام دینے کے لیے اس شقی ازلی ابن زیاد بدنہاد کا انتخاب کیا اور آخر اس نے ایسا کر کے بتلا بھی دیا۔ علامہ بدرالدین عینی نے ابن زیاد کی ان ہی حرکات ناشائستہ کے سبب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس کو لعین لکھا ہے (ملاحظہ ہو ج ۷ ص ۶۵۶ طبع استنبول)

یزید کی مدینہ منورہ پر فوج کشی

پھر یزید نے ۶۳ھ ہجری میں حرم نبوی پر فوج بھیج کر مدینہ پاک کی حرمت کو جس طرح خاک میں ملایا اور اہل مدینہ پر جو ستم ڈھایا، وہ تاریخ اسلام کا ایک الگ خوں چکاں باب ہے، جس میں مدینہ طیبہ کے گلی کوچے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے خون سے رنگین نظر آتے ہیں؛

شیخ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

وواقعہ حرہ از اشنع شنائع است کہ در زمان یزید واقع شدہ۔ وقد ذکرناہ فی "تاریخ المدینہ" (ج ۱۰ ص ۲۰۶ طبع نول کشور لکھنو ۱۹۱۴ء)

اور حرہ کا واقعہ یزید کے زمانے کے بہت ہی برے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے جس کو ہم نے تاریخ مدینہ میں بیان کیا ہے۔

بیرون مدینہ منورہ مشرقی جانب جو سنگستانی علاقہ ہے، جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر ہیں وہ مقام حرہ کہلاتا ہے، اسی کو حرہ واقم بھی کہا جاتا ہے۔ واقم ایک شخص کا نام تھا جو زمانہ قدیم میں یہاں آکر رہ پڑا تھا، اسی مقام پر انصار مدینہ اور یزیدی لشکر کے مابین جنگ ہوئی تھی جو جنگ حرہ کہلاتی ہے۔

واقعہ حرہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

أشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی أطم من أطام

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار مدینہ میں جو گڑھیاں ہیں

المدینة، فقال هل ترون ما أری؟ إني لأری مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر۔

(باب آطام المدینة)

ان پر تشریف لے گئے اور وہاں ایک مقام بلند پر چڑھ کر آپ نے فرمایا کیا تمہیں بھی وہ دکھائی دیتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے اترنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فتنوں کے نزول کو بارش کے نزول سے تشبیہ دی جس سے مراد فتنوں کا بکثرت عام ہونا ہے، یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے کہ جو حرف بحرف پوری ہو کر رہی، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان وهلم جرا ولا سیما یوم الحرة۔

(فتح الباری - باب مذکور)

چنانچہ اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ظاہر ہوا اور پھر سلسلہ چلتا ہی رہا اور بالخصوص حرّہ کا واقعہ تو اس کا صریح مصداق ہے۔

اس حدیث میں جو "رویت" کا ذکر ہے اس سے رویت علمی بھی مراد ہو سکتی ہے، یعنی آپ کے علم میں ان فتنوں کا وقوع لایا گیا تھا اور رویت عینی بھی کہ یہ تمام فتنے عالم مثال میں آپ کو دکھلا دیئے گئے ہوں "فتنہ حرّہ"

www.dlhaq.com

سے کیسی تباہی مچی۔ اس کے بارے میں حضرت سعید بن المسیب کا یہ بیان پڑھیے جو صحیح بخاری ہی میں منقول ہے۔

وقعت الفتنة الاولیٰ یعنی مقتل عثمان فلم تبق من أصحاب بدر أحداً ثم وقعت الفتنة الثانية يعنى الحرة فلم تبق من اصحاب الحديبية أحداً (ج ۲-۲-۵۷۳)

پہلا فتنہ جب واقع ہوا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تو اس نے بدری صحابہ میں سے کسی کو باقی نہ رکھا (سب آخر ختم ہو گئے)، پھر دوسرا فتنہ یعنی جنگ حرہ جب واقع ہوئی تو اس نے اصحاب بیعت الرضوان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

حرّہ کے مظالم کی تفصیل

اور امام داری اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں،

اخبرنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبد العزيز قال لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا ولم يقم ولم يبرح سعيد بن المسيب من المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوٰة الا بهمهمة

سعید بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ جنگ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت البتہ حضرت سعید بن المسیب نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا، (وہ وہیں چھپے رہے)، اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے

بسمعها من قبرالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ) — تھے۔

جنگ حرّہ کا سبب یہ تھا کہ جب انصارِ مدینہ نے یزید کی مے خواری وبدکرداری کے سبب اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوج کبیر کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تین دن تک مدینہ طیبہ کو اپنی فوج کے لیے حلال کر دینا ان دنوں فوج کے لیے کھلی چھٹی ہے جو چاہیں وہاں کرتے پھریں اس مدت میں کسی کی جان ومال کو امان نہیں چنانچہ جیسا کہ امام طبری نے بسند نقل کیا ہے

فقتل جماعۃ صبرا منہم معقل بن سنان و محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ ویزید بن عبد اللہ بن زمعۃ وبایع الباقین علی انہم خول لیزید۔

اس مسلم نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کرکے قتل کرا دیا جس میں حضرت معقل بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں

اور حافظ ابو بکر ابن ابی خیثمہ بسند صحیح جویریہ بن اسماء سے ناقل ہیں۔

وقتل من قتل وبایع مسلم الناس علی

اور جن کو قتل ہونا تھا وہ قتل کر دیئے گئے تو مسلم نے لوگوں سے

انهم خول لیزید یحکم فی دمائهم واموالهم و اهلهم بما شاء۔

اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں ان کی جان و مال بیوی بچوں کے بارے میں یزید جو چاہے حکم کرے

اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں بطریق محمد بن سعید بن رمانہ اس بیعت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

فلما کان من خلافهم علیه ما کان نوجهه فاباحها ثلاثا ثم دعاهم الی بیعة یزید وانهم أعبد له قن فی طاعة الله ومعصیته

پھر جب اہل مدینہ سے یزید کی جو مخالفت ظاہر ہوئی تھی ظاہر ہوئی تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف بھیجا اس نے آ کر تین دن تک مدینہ کو حلال کر دیا (کر فوج کے لیے اہالیان مدینہ پر ہر قسم کے ظلم و ستم کی کھلی چھٹی تھی) پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کے لیے اس شرط پر دعوت دی کہ وہ یزید کے زر خرید غلام ہیں اور اللہ کی اطاعت ہو یا معصیت دونوں صورتوں میں اس کا حکم بجا لانا ضروری ہے۔

اور امام طبرانی ہی نے حضرت عروہ بن زبیر سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ

فوجه یزید مسلم بن عقبة فی جیش اهل الشام وامره ان یبدأ

پس یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامی فوجوں کے ساتھ روانہ کیا اور اس کو یہ حکم دیا کہ پہلے اہل مدینہ سے

بقتال اهل المدينة ثم يسير الى ابن الزبير بمكة. قال فدخل مسلم بن عقبة المدينة وبها بقايا من الصحابة فاسرف في القتل ثم سار الى مكة فمات في بعض الطريق۔ لہ

قتال کرنا پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ معظمہ کا رخ کرنا۔ عروہ کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو وہاں بقیہ صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی اس امردود نے نہایت بے دردی سے ان کا قتل عام کیا، اور پھر مکہ معظمہ کی طرف چل پڑا مگر راہ ہی میں اس کو پیک اجل نے آلیا،

یاد رہے کہ یہی مسلم بن عقبہ ہے جس کو تاریخ میں اس کے ظلم وستم کی وجہ سے "مسرف" یا "مجرم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں "حرہ واقم" کے تحت لکھا ہے کہ فتنہ حرہ میں لشکر شام کے ہاتھوں

"موالی میں سے ساڑھے تین ہزار، انصار میں سے چودہ سو اور بعض سترہ سو بتلاتے ہیں اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات تہ تیغ کر دیے گئے۔ یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر لوگوں کے اموال لوٹے، اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا"

اور مخدرات عصمت کی جو عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے۔

لہ ان سب حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ البخاری ج ۱۳ - ص ۶۰، ۶۱۔

حرم کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری

پھر یزید کی ہدایت کے بموجب اس لشکر نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور وہاں جاکر حرم الٰہی کا محاصرہ کر لیا، مجرم خبیث تو راستہ ہی میں مر گیا تھا اور اس کی وصیت کے مطابق حصین بن نمیر سکونی نے لشکر کی کمان سنبھال لی تھی چنانچہ اسی کی زیر کمان منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی، مجرم نے ذی الحجہ ۶۳ھ میں مدینہ میں داخل ہوکر اس کو تباہ و تاراج کیا تھا[1] حصین بن نمیر نے صفر ۶۴ھ میں کعبہ شریف پر گولہ باری کی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے اور چھت میں آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنبہ کے وہ دونوں سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے جو اب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آرہے تھے یہ اسی دنبہ کے سینگ تھے جو آپ کی قربانی کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا تھا[2] اس کے بعد پھر حق تعالیٰ کی طرف سے یزید کو مزید مہلت نہ ملی اور وہ بھی اسی واقعہ کے کچھ دن بعد اسی سال ۱۵ ربیع الاول کو مر گیا۔

یزید کا انجام بد

امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں باب باندھا ہے جس کے الفاظ ہیں باب اثم من کاد أهل المدينة: "یعنی جو شخص اہل مدینہ پر داؤ لگائے اس کے گناہ کا بیان" اور پھر اس کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[1] یعقوب بن سفیان فسوی نے واقعہ حرہ کی تاریخ ذی قعدہ ۶۳ھ ہجری بیان کی ہے (فتح الباری) [2] تاریخ الخلفاء از امام سیوطی، تذکرہ یزید بن معاویہ۔

لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح فى الماء

جو شخص بھی اہل مدینہ پر داؤ چلائے گا وہ اسی طرح گھل جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے

اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت سعد بن ابی وقاص و ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ الفاظ آتے ہیں:

من اراد اهل المدينة بسوء اذابه الله كما يذوب الملح فى الماء

(باب تحریم ارادۃ اہل المدینہ بسوء وان من ارادہم بہ اذابہ اللہ)

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا حق تعالیٰ اس کو اسی طرح پگھلا کر رکھ دے گا جس طرح کہ نمک پانی میں پگھل جایا کرتا ہے۔

محدث قاضی عیاض اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

كما انقضى شان من حاربها ايام بنى امية مثل مسلم بن عقبة فانه هلك فى منصرفه عنها ثم هلك يزيد بن معاوية مرسله على اثر ذالك ـ

(شرح صحیح مسلم از امام نووی ج ١ - ص ٤٤١)

جس طرح کہ ان لوگوں کی شان (و شوکت) ختم ہو کر رہ گئی جنہوں نے بنو امیہ کے عہد حکومت میں اہل مدینہ سے جنگ کی تھی جیسے مسلم بن عقبہ کہ وہ اسی جنگ سے پلٹتے ہی ہلاک ہو گیا اور پھر اسی طرح اس مہم پر اس کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ بھی اس کے پیچھے پیچھے موت کے منہ میں چلا گیا۔

اور امام نسائی نے حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مرفوعاً روایت کیا ہے۔

من أخاف اهل المدينة ظالمًا لهم أخافه الله وكانت عليه لعنة الله

جو ظالم اہل مدینہ کو خوف میں مبتلا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر خوف کو مسلط کر دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گی

صحیح ابن حبان میں بھی بروایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مضمون کی روایت آتی ہے[1]

خود فیصلہ کیجیے

ہم نے یزید پلید اور اس کے عمال بد اعمال کے اعمال بد کے سلسلہ میں "صحیح بخاری" کی احادیث میں جو کچھ آیا ہے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے اب ان احادیث کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کیجیے کہ اس کے جنتی ہونے کی شہادت دینا ضروری ہے یا اس کے اعمال بد پر نفرین کرنا، واقعی اگر وہ "غزوہ قسطنطنیہ" میں شہید ہو جاتا تو یہ اس کی بڑی سعادت ہوتی، لیکن اس کی قسمت میں تو یہ شقاوت لکھی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے دن اس وقت تک پورے نہ کرے جب تک کہ اس کے ہاتھوں حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کی حرمت پامال نہ ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی توہین اور ان کا قتل عام نہ ہو اور عترت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون سے اس کے ہاتھ رنگین نہ ہوں سوچیے اور خوب سوچیے کہ اس کا آخری انجام اگر لعنتی کا سا ہے تو وہ لعنت کا مستحق ٹھہرے گا یا جنت کا حقدار۔

---

[1] ان دونوں روایتوں کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ - ص ۸۱)

امام سیوطی اور علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا

اسی لیے امام جلال الدین سیوطی جیسے محتاط بزرگ کے قلم سے تاریخ الخلفاء میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں:

لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید ایضاً

(ص ۲۰۷)

اللہ تعالیٰ قاتل حسین پر لعنت کرے اور اسی کے ساتھ ابن زیاد اور یزید پر بھی۔

اور عالم ربانی علامہ سعد الدین تفتازانی "شرح عقائد نسفیہ" میں لکھتے ہیں۔

والحق أن رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذلک واہانتہ اہل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہا آحاداً فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ۔

(ص ۱۲۷ طبع مصر)

اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا، ان تمام امور کی تفصیلات گو بطریق احاد مروی ہوں لیکن معنی کے لحاظ سے متواتر ہیں، اس لیے ہم تو اس کے بارے میں کیا، اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی تردد نہیں، اللہ تعالیٰ کی اس پر بھی لعنت ہو اور اس سلسلے میں اس کے اعوان وانصار پر بھی۔

www.ahlehaq.com

ناصبیوں کا یہ عقیدہ کہ خلفاء حساب و عذاب سے بری ہیں

اصل بات یہ ہے کہ جس طرح رافضی اپنے ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں اسی طرح یہ ناصبی بھی اپنے خلفاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ روز قیامت حساب و کتاب سے بری ہیں اور ان پر کوئی عذاب نہیں ہوگا، چنانچہ مورخ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی نے دُول الاسلام میں اموی خلیفہ یزید بن عبدالملک بن مروان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب یہ متولی خلافت ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر چلنا چاہیے اس پر چالیس شیوخ مملکت نے اس کے سامنے آکر یہ شہادت دی کہ:

ان الخلفاء لاحساب علیھم ولاعذاب [1] — خلفاء کا نہ حساب ہوگا نہ ان پر عذاب ہوگا۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے،

وطائفة من الجهال الشامیین یعتقدون ذالك [2] — شام کے جاہلوں کی ایک جماعت کا یہی اعتقاد ہے

یزید بن عبدالملک کے بڑے بھائی ولید بن عبدالملک کا بھی یہی عقیدہ تھا چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابراہیم بن ابی زرعہ سے روایت کیا ہے کہ ولید نے ان سے دریافت کیا

أیحاسب الخلیفة؟ — کیا خلیفہ سے بھی قیامت کے دن

---

[1] حافظ سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے (ص ۲۴۶)

[2] ج ۲ ص ۵۵

حساب لیا جائے گا۔

ابراہیم نے جواب دیا امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ زیادہ مکرم ہیں یا حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و خلافت دونوں عطا فرمانے کے بعد یہ وعید سنائی ہے کہ:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ہ

(پ ۲۳ سورہ ص)

اے داؤد ہم نے تجھ کو ملک میں خلیفہ کیا، سو تو لوگوں میں انصاف سے حکومت کرنا اور نفسانی خواہش پر نہ چلنا کہ وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دے، جو لوگ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس بنا پر کہ انھوں نے حساب کا دن بھلا دیا۔

اور خود یزید بھی جیسا کہ حافظ ابن کثیر کی تصریح سابق میں گزر چکی ہے کہ مرجیہ کا عقیدہ رکھتا تھا اس لیے اس کا بھی یہی عقیدہ ہوگا۔

موجودہ ناصبی جو روافض کی تقلید میں اپنے منہ پر تقیہ کی نقاب ڈال کر اہل سنت بنے ہوئے ہیں اور مساجد میں ان کی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں چونکہ اپنے بزرگوں کے اس عقیدہ کا برملا اظہار نہیں کر سکتے، اس لیے وہ طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے ذریعے اپنے مزعومہ امام برحق اور خلیفہ راشد سیدنا یزید کے جنتی ہونے کی خود بھی شہادت دیتے ہیں اور دوسروں سے بھی شہادت دلوانا چاہتے ہیں لیکن کوئی سمجھ

جس کو حق تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی ہے ان کے فریب میں آکر جس طرح حضرات عشرہ مبشرہ اور سادات فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنتی مانتا ہے یزید کو کیسے جنتی کہہ سکتا ہے، سچ پوچھئے تو اس بارے میں ناصبی رافضیوں سے بھی بڑھ کر نکلے کیونکہ یہ تو بر ملا جیسے فاسق و فاجر اور سفاک و ظالم کو اپنا امام اور خلیفہ برحق مانتے اور اس کے جنتی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور رافضی جن بارہ حضرات کو امام معصوم کہتے ہیں وہ تو سب اولیاء کبار اور اخیار امت ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک نہ رافضیوں کا غلو اپنے ائمہ کے بارے میں صحیح ہے اور نہ ناصبیوں کا۔ دونوں صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، نہ ائمہ اثنا عشر معصوم ہیں نہ یزید کا شمار بھلے آدمیوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک ہدایت دے۔ آمین۔

دوسرا شبہ اور اسکا جواب

دوسرا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام نے یزید سے بیعت خلافت کی اور اس پر قائم رہے اگر یزید کافر یا فاسق و فاجر اور شرابی وزانی اور دشمن دین ہوتا تو یہ حضرات اس کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے اور اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہ پر کفر و فسق نوازی اور خیانت و بد دیانتی کی سرپرستی و تعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت یزید کی بیعت کی گئی وہ نہ تو کافر تھا اور نہ اس کے فسق کی اتنی شہرت تھی کہ سب کو اس کا حال معلوم ہو۔ پھر ایک جماعت صحابہ کا مذہب یہ تھا کہ سلطان اگر عدل کرے تو رعیت کو اس کا شکرگذار ہونا چاہیے اور ظلم کرے تو رعیت کو صبر سے کام لینا چاہیے کیونکہ اقتدار سے ٹکر لینا آسان کام نہیں اس میں سخت خونریزی ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقتدار کی منتقلی میں کامیابی نہ ہو اور مزید ظلم و تشدد بڑھ جائے۔ چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ "شرح سیر کبیر" میں فرماتے ہیں:۔

وعن جماعة من الصحابة رضى الله عنهم قالوا: اذا عدل السلطان فعلى الرعية الشكر وللسلطان الاجر واذا جار فعلى الرعية الصبر وعلى

اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب سلطان عدل کرے تو رعیت کو شکر کرنا چاہیے اور سلطان کو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو رعایا صبر کرے اور سلطان پر اس

سلطان الوزر۔ | کا گناہ ہوگا۔

(ج ۳ ص ۱۰۸ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

صحابہ یزید کے درباری نہ تھے

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یزید کے درباری تو تھے نہیں، اور نہ ان کو یزید کے ساتھ خلوت وجلوت میں بیٹھنے کا موقعہ ملتا تھا جو یزید کے کرتوت ان کو معلوم ہوتے چنانچہ علامہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے ہی "شرح سیر کبیر" میں یہ بھی لکھا ہے کہ،

وقد روی انہ لما ولی یزید بن معاویۃ قال ابن عمر ان یکن خیرًا شکرنا وان یکن بلاءً صبرنا۔ ثم قرأ قولہ تعالیٰ: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ۔

(ج ۱ ص ۱۰۸)

اور یہ بھی مروی ہے کہ جب یزید بن معاویہ حکمران ہوا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "اگر یہ بھلا ہوا تو ہم شکر کریں گے، اور اگر بلاء ہوا تو ہم صبر سے کام لیں گے" پھر آپ نے یہ ارشاد باری نقل فرمایا (پھر اگر تم نے منہ پھیرا تو اس کے ذمے ہے جو بوجھ اس پر رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا گیا)

کفر وفسق کی سرپرستی تو جب ہوتی کہ جب یہ صحابہؓ یزید کے ساتھ اس کی بری حرکات میں شریک ہوتے، "خلیفہ فاسق" کا حکم یہی ہے کہ اگر کسی طاعت کا حکم دے تو اس کی اطاعت کی جائے اور معصیت کا حکم دے تو اس کا

ساتھ نہ دیا جائے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو ہدایت فرمائی تھی وہ "جامع ترمذی اور سنن نسائی" میں بایں الفاظ

وعن کعب بن عجرة قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعیذک باللہ من امارة السفهاء قال وما ذاک یا رسول اللہ قال امراء یکونون من بعدی من دخل علیهم فصدقهم بکذبهم واعانهم علی ظلمهم فلیسوا منی ولست منهم ولن یردوا علی الحوض ومن لم یدخل علیهم ولم یصدقهم بکذبهم ولم یعنهم علی ظلمهم فاولئک منی وانا منهم واولئک یردون علی الحوض رواہ الترمذی والنسائی۔

(مشکوٰة کتاب الامارة فصل ثانی ص ۳۲۲)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں امارت سفہاء سے تجھے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ امارت سفہاء کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کچھ امراء میرے بعد عنقریب ہوں گے، جس نے ان کے دربار میں جا کر ان کے جھوٹ کو سچ بنایا اور ان کے ظلم میں ان کی اعانت کی نہ ان کا تعلق مجھ سے ہے اور نہ میرا تعلق ان سے، اور نہ وہ کبھی حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ اور جو ان کے دربار میں داخل نہ ہوا اور نہ ان کے کذب کی اس نے تصدیق کی، نہ ان کے ظلم میں ان کی اعانت کی، سو وہ لوگ میرے ہیں اور میں ان

www.ahlehaq.com

ان کا ہوں اور یہی لوگ ہیں جو حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں مقبول ہوئی چنانچہ ان کا انتقال یزید کی امارت سے پہلے ہی ۵۰ھ کے بعد ہو گیا تھا اور سنن ابی داؤدؒ میں

عن ابی ھریرۃ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجھاد واجب علیکم مع کل امیر برًا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برًا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر، والصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم برًا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر۔ رواہ ابو داود (مشکوٰۃ ج ۱۔ ص ۱۰۰۔ باب الامامۃ فصل ثانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد تم پر ہر امیر کی معیت میں واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد، اور خواہ مرتکب کبائر ہی کیوں نہ ہو اور نماز بھی تم پر ہر مسلمان (امیر) کے پیچھے پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور کبائر ہی کا مرتکب کیوں نہ ہو جب بھی، اور ہر مسلمان پر نماز کا پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور خواہ کبائر میں مبتلا ہی کیوں نہ ہو۔

یہ شبہ رافضیوں کے شبہ کی طرح ہے

یہ بالکل اسی طرح کا شبہ ہے جیسے کہ روافض کہا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چونکہ صحابہ ناراض تھے اس

www.ahlehaq.com

بلکہ کسی صحابی نے بھی ان کی طرف سے کوئی دفاع نہ کیا بلکہ سب صحابہ مسجد نبوی میں اس شخص کے پیچھے کہ جو ان باغیوں کا سرغنہ تھا اور اس فتنہ میں جمعہ وجماعت کا امام بن گیا تھا" بڑے اہتمام سے نمازیں پڑھتے رہے حالاں کہ اس کے پیچھے نماز کا ادا کرنا خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے بموجب تھا" جو صحیح بخاری" میں

وعن عبيد الله بن عدي بن الخيار أنه دخل على عثمان وهو محصور فقال إنك إمام عامة ونزل بك ما ترى ويصلي لنا إمام فتنة ونتحرج فقال الصلوة احسن ما يعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم واذا أساؤا فاجتنب إساءتهم۔ رواه البخاري۔ (مشكوة باب تعجيل الصلوة۔ فصل ثالث ص ٦٢)

عبید اللہ بن عدی بن الخیار سے (جن کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرابت بھی تھی) مروی ہے کہ انہوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ عامۃ المسلمین کے امام ہیں اور اس وقت آپ کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ اب فتنہ پردازوں کا امام ہماری امامت کر رہا ہے جس سے ہم دل تنگ ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا "نماز ان تمام اعمال میں سب سے بہتر عمل ہے جو لوگ انجام دیتے ہیں لہذا جب لوگ نیکی کا کام کریں تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرنے میں شریک ہو جاؤ اور جب برائی کے

www.ahlehaq.com

مرتکب ہوں تو ان کی برائی سے بچتے

رہو۔"

کیا یزید کے ظلم و ستم میں کبھی کوئی صحابی شریک ہوا ہے؟

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا "حادثہ کربلا" "واقعہ حرہ" اور "حصارِ حرم مکہ" ان تینوں معرکے ظلم و ستم میں کوئی صحابی یا کوئی قابل ذکر تابعی شریک ہوا ہے! یا اس کی بزم مے میں کبھی کسی بھلے مانس نے شرکت کی ہے؟ جو یزید کی فسق نوازی اور فجور و بد دینی کی سرپرستی کا ان پر الزام عائد کیا جائے، باقی رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فرمانا کہ

انا قد بایعنا ھذا الرجل علیٰ بیع اللہ ورسولہ۔ — ہم نے اس شخص سے اللہ اور اس کے رسول کے عہد پر بیعت کی ہے۔

تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ و رسول کے حکم کے مطابق ہم نے اس سے بیعت کی ہے[1]، لہذا ہم کسی امیر کی اطاعت میں جادۂ شریعت سے باہر نہیں ہوں گے۔ اس میں یزید کے تقویٰ اور طہارت کا بیان نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں تو ابھی ان کی تصریح گزر چکی ہے کہ

ان یکن خیرًا شکرنا وان — اگر وہ بھلا ہوا تو شکر کریں گے اور

---

[1] چنانچہ علامہ احمد قسطلانی نے "ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری" میں اس کے یہی معنی لکھے ہیں۔ فرماتے ہیں (علیٰ بیع اللہ ورسولہ) ای علیٰ شرط ما امر بہ من بیعۃ الامام۔ یعنی جس شرط کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خلیفہ کی بیعت کا حکم دیا ہے اس کے مطابق۔

یکن بلاء صبرنا ۔ — بلا ہوا تو صبر کریں گے ۔

یہ بھی خیال رہے کہ کتاب وسنت پر بیعت کرنے کی پیشکش تو بعض حضرات نے جنگ حرہ کے موقع پر بھی کی تھی، پھر یزیدی لشکر کے سپہ سالار مجرم بن عقبہ نے اس پیشکش کی جس طرح پذیرائی کی اس کی تفصیل حافظ ابن حزم کے الفاظ میں آپ پڑھ چکے ہیں ۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ حضرات جب بھی موقع ملتا یزید اور اس کے کارندوں کے ظلم وستم پر نکیر کرنے سے چوکتے بھی نہیں تھے، چنانچہ پہلے شبہ کے جواب میں آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے دورِ پرفتن کی کس طرح نشاندہی کی اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے پر مروان کو برسرِ منبر کس طرح ٹوکا اور حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو اشدق کو حرمِ الٰہی پر فوج کشی سے کس طرح روکا اور حضرت معقل بن یسار مزنی نے کس حکمت سے عبیداللہ بن زیاد کو فہمائش کی اور حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح اس کو سرزنش کی اور حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس لطف سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی اور حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح اس پر اپنے غصے کا اظہار فرمایا۔ اب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیانات پڑھیے صحیح بخاری میں ہے:۔

سمعت عبد اللہ بن عمر وسألہ رجل عن المحرم قال شعبۃ أحسبہ یقتل الذباب فقال أھل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی شخص نے یہ سوال کیا کہ اگر احرام کی حالت میں کوئی شخص مکھی کو مار ڈالے تو اس کے بارے میں کیا فتویٰ

www.ahlehaq.com

العراق یسالون عن قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھما ریحانتای من الدنیا۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۰ مناقب الحسن والحسین)

ہے آپ نے فرمایا اہل عراق مکھی کے قتل کرنے کے متعلق دریافت کر رہے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر ڈالا جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ "حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری دنیا کے دو پھول ہیں"۔

یاد رہے کہ یزید کا برادر عم زاد عبید اللہ بن زیاد (اگر زیاد کو واقعی ابو سفیان کا بیٹا تسلیم کیا جائے) یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ اسی کے حکم سے عمرو بن سعد چار ہزار کا لشکر جرار لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے آیا تھا اور اسی عراقی لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا۔ ابن زیاد بدنہاد نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ جو گستاخی کی تھی اس پر حضرت انس و حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جس طرح اس پر اظہار ناراضگی کیا تھا وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر نے دارقطنی کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے، وہ درج ذیل ہے۔

عن محمد وعبدالرحمن ابنی جابر ابن عبد اللہ قالا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بیٹوں محمد و عبدالرحمن

۱؎ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "شہدائے کربلا پر افتراء"۔

خرجنا مع ابينا يوم الحرة وقد كف بصره فقال تعس من أخاف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلنا يا أبت وهل احد يخيف رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أخاف اهل هذا الحي من الانصار فقد أخاف ما بين هذين ووضع يده على جنبيه (البداية والنهاية ج ۸ ص ۲۲۳)

کا بیان ہے کہ حرّہ کے دن ہم اپنے ابّا کے ساتھ باہر نکلے اس وقت آپ کی بینائی زائل ہو چکی تھی آپ نے فرمایا "برباد ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوف میں مبتلا کیا"۔ ہم نے عرض کیا ابا جان! کوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈرا سکتا ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جس نے اس قبیلۂ انصار کو ڈرایا اس نے میرے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان جو چیز ہے (یعنی قلب نبوی) اس کو ڈرایا ہے" اور جس وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہو رہا تھا آپ اپنے دونوں پہلوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ان حضرات کی بیعت کے باوجود جن کا مستفتی نے نام لیا ہے یزیدی لشکر نے حرّہ کی جنگ میں ان بزرگوں کے جگر کے ٹکڑوں کو قتل کرنے سے ذرا بھی دریغ نہیں کیا اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت قطعاً نہیں کی۔

www.dlelhaq.com

تھی، اور پھر جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سب سے اخیر میں بیعت کی تھی۔[1]

غرض یزید کے دور حکومت میں یا تو صحابہ کرام اس سے برسرپیکار نظر آتے ہیں جیسے حضرت حسین، حضرت عبداللہ ابن الزبیر اور وہ صحابہ جو جنگ حرّہ میں اس کے خلاف لڑے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور یا پھر اس کو یا اس کے عمال کو ان کے ظلم و ستم پر روکتے ٹوکتے، جیسے (۱) حضرت عبداللہ بن عباس (۲) حضرت عبداللہ بن عمر (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۴) حضرت جابر بن عبداللہ (۵) حضرت ابوشریح خزاعی (۶) حضرت معقل بن یسار مزنی (۷) حضرت انس بن مالک (۸) حضرت زید بن ارقم (۹) حضرت عبداللہ بن مغفل (۱۰) حضرت عائذ بن عمرو (۱۱) حضرت ابوبرزہ اسلمی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کوئی صحابی ہمیں یزید کا ثنا خواں اور اس کی تعریف میں رطب اللسان نہیں ملتا اور نہ اس کی حمایت میں کسی معرکہ میں لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

اور یہ ہوتا بھی کس طرح جب کہ یزید کے عہد نحوست مہد کا نقشہ انوری کے اس شعر کے بالکل مطابق تھا

بر بزرگان زمانہ شدہ خردان سالار
بر کریمان جہان گشتہ لئیمان مہتر

---

[1] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ۔ ج ۔ ۸ ص ۱۴۸

تیسرا شبہ اور اس کا جواب

تیسرا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے، یہ ہے کہ "حضرت محمد بن حنفیہ نے نہ صرف یزید کی بیعت کی بلکہ اس پر عائد کردہ الزامات کی پرزور تردید بھی کی" الخ۔

"منتقی" کا غلط حوالہ

مستفتی نے اس سلسلہ میں "البدایہ والنہایہ" کا حوالہ "منتقی" صہ ۲۸۱ "سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ "منتقی" حافظ ذہبی کی تصنیف ہے جن کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی ہے اور "البدایہ والنہایہ" ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر کی۔ اور ان کا سنہ وفات ۷۷۴ھ ہے پھر لطف یہ ہے کہ "منتقی" میں خود اس کے خلاف صاف تصریح ہے کہ:

لم نعتقد انه من الخلفاء الراشدين كما قاله بعض الجهلة من الاكراد۔	ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ یزید خلفاء راشدین میں سے تھا جیسا کہ بعض جاہل کردوں کا عقیدہ ہے۔

(ص - ۲۷۹)

ونحن نقول خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم صارت ملكا كما ورد في الحديث	اور ہم تو اس کے قائل ہیں کہ خلافت نبوت تیس سال ہی رہی پھر بادشاہی ہوگئی، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے
يزيد كان ملك وقته وصاحب السيف كامثاله من	یزید بھی مروانیوں اور عباسیوں کی طرح اپنے وقت میں ایک صاحب

المروانیہ والعباسیہ۔

(ص ۲۸۱)

یاد رہے حافظ ذہبی، یزید کو قطعاً اچھا آدمی نہیں سمجھتے۔ اور وہ خود ان الزامات کو اپنی تصانیف میں اس پر عائد کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ان کی تصریحات آگے موقع بموقع آ رہی ہیں۔

ائمہ مسلمین میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ یزید عادل تھا اور اللہ کا مطیع۔

اور حافظ ابن تیمیہ نے "منہاج السنۃ" میں جس کا خلاصہ "المنتقیٰ" ہے صاف لکھا ہے کہ:

وکذالک کونہ عادلا فی کل امورہ مطیعا للہ فی جمیع افعالہ لیس ھذا اعتقاد احد من ائمۃ المسلمین۔ وکذالک وجوب طاعتہ فی کل ما یامر بہ وان کان معصیۃ للہ لیس ھو اعتقاد احد من ائمۃ المسلمین۔

(منہاج السنۃ۔ ج۔۲ ص ۲۴۰)

اور اسی طرح یزید کا تمام معاملات میں عادل ہونا، اور اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کا مطیع ہونا یہ بھی ائمہ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں ہے اور اسی طرح یہ بات کہ یزید کی اطاعت اس کے ہر حکم میں واجب تھی خواہ معصیت الٰہی کا ہی حکم کیوں نہ دے یہ بھی ائمہ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں ہے۔

www.ahlehaq.com

ہاں منتقیٰ کے محشی محب الدین خطیب نے (جو کہ پکا ناصبی ہے) اس افسانہ کو البدایہ والنہایہؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کی تردید محدث حرم محمد عربی تبانی نے افادۃ الاخیار ببراءۃ الابرار" میں بڑی تفصیل سے کی ہے۔

حافظ ابن کثیر کی تصریحات یزید کے فسق کے بارے میں!

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ خود حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب "البدایہ والنہایہ" میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ یزید کے فسق کی تصریح کی ہے۔ مثلاً:

(۱) ایک مقام پر امام طبرانی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

کان یزید فی حداثته صاحب شراب یاخذ ماخذ الاحداث الخ

یزید اپنی نوعمری میں پینے پلانے کا شغل رکھتا تھا اور اس میں نوجوانوں کی سی آزادی تھی۔

(ج - ۸ ص ۲۸۸)

(۲) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وکان فیه ایضاً اقبال علی الشهوات وترک بعض الصلوٰت فی بعض الاوقات واماتتها فی غالب الاوقات وقد قال الامام احمد حدثنا ابو عبد الرحمن ثنا حیوۃ حدثنی بشیر بن عمرو الخولانی أن الولید بن قیس

اور یزید میں یہ بات بھی تھی کہ وہ خواہشات نفسانی کا متوالا تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں بھی چھوڑ دیا کرتا تھا اور اکثر ناوقت پڑھتا تھا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف

حدثه انه سمع ابا سعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول:

یکون خلف من بعد ستین سنۃ أَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ (الحدیث)

ہوں گے جو نمازیں چھوڑیں گے، اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے اور عنقریب غَیّ میں (جو کہ جہنم کی بدترین وادی ہے) داخل ہوں گے

(ج ۸ - ص ۲۳۰)

(۳) اور پھر وہ حدیثیں ذکر کرکے جن میں یزید کی مذمت وارد ہے (ص ۲۳۲ پر) یہ لکھتے ہیں:

قلت: یزید بن معاویۃ اکثر ما نقم علیہ فی عملہ شرب الخمر واتیان بعض الفواحش۔

میں کہتا ہوں یزید بن معاویہ پر اس کی بدکرداری کے سلسلے میں سب سے زیادہ جو الزام عائد کیا گیا وہ مے نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔

یاد رہے یہ سب الزامات وہ ہیں جو صحابہ نے اس پر عائد کئے تھے حافظ ابن کثیر نے ان الزامات سے یزید کی کہیں برائت نہیں کی ہے اب ظاہر ہے کہ جب حافظ ابن کثیر خود محمد بن حنفیہ کی اس روایت پر اعتماد نہیں کرتے اور جابجا اس کے خلاف اپنے فیصلے صادر کرتے جاتے ہیں تو پھر ابن الحنفیہ کی نسبت اس قول کی صحت معلوم۔

اور یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجن سے محمد بن حنفیہ کا یہ مکالمہ برأت یزید کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے) دونوں صحابی ہیں اب اگر یہ مکالمہ صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان دونوں صحابیوں نے تو یزید پر جھوٹی تہمت جوڑی اور ابن حنفیہ جو کہ صحابی نہیں ہیں ان کی بات سچی نکلی یہ بات مستفتی کا ذہن تو قبول کر سکتا ہے لیکن عام مسلمان کا نہیں۔

اس افسانہ کا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں

پھر یہ بھی واضح رہے کہ اس افسانے کا ذکر صرف تاریخ ابن کثیر میں ملتا ہے اور انہوں نے بھی اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ اس پر کوئی علمی بحث کی جا سکے اس افسانہ کو نہ امام ابن جریر طبری نے ذکر کیا ہے نہ حافظ ابن الاثیر جزری نے اور نہ کسی اور معتبر مورخ نے۔ لہذا پہلے محمد بن حنفیہ سے اس مکالمہ کو بسند صحیح ثابت کیا جائے۔ پھر شبہ ظاہر کیا جائے اور بالفرض اس افسانہ کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی یزید کے بارے میں ابن حنفیہ کی تعدیل و ستائش، تابعین کبار کی جرح کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی، صحابہ کی جرح کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ اصول حدیث کا متفقہ قاعدہ ہے کہ: "جرح تعدیل پر مقدم ہے" پھر صحابہ کی جرح کے مقابلہ میں ابن حنفیہ کی تعدیل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

فن رجال کا متفقہ فیصلہ، یزید اس کا اہل نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے!

یاد رہے تاریخ وفن رجال کی تمام کتابوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یزید کی عدالت مجروح و مقدوح ہے اور وہ اس کا اہل

نہیں کہ اس کی کوئی روایت قبول کی جائے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "تقریب التہذیب" میں فرماتے ہیں۔

یزید بن معاویة بن ابی سفیان الاموی ابو خالد ولی الخلافة سنة ستین ومات سنة اربع وستین ولم یکمل الاربعین، لیس بأهل أن یروی عنه

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی ابو خالد ۶۰ھ ہجری میں متولی خلافت ہوا۔ اور ۶۴ھ ہجری میں مرگیا، پورے چالیس سال کا بھی نہ ہو سکا یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے کوئی حدیث روایت کی جائے۔

اب ظاہر ہے کہ محمد بن حنفیہ کی طرف اگر اس قول کا انتساب صحیح ہوتا یا کسی بھی صحابی و تابعی سے یزید کی ثنا و صفت منقول ہوتی، اور وہ محدثین و ائمہ رجال کے نزدیک عادل ہوتا تو فنِ رجال کا یہ فیصلہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے۔

www.ahlehaq.com

چوتھا شبہ اور اس کا جواب

چوتھا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو یزید کو ان کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اس کی بیعت واطاعت کا حکم دیا۔"

اغانی کی روایت میں یہ بات مذکور نہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا فسق تواتر سے ثابت ہے اس لیے اس کے صالح ہونے کا ذکر اگر کسی روایت میں آئے تو وہ روایت شاذ ناقابل قبول ہوگی، علامہ ابوالفرج اصفہانی نے "الاغانی" میں اس سلسلہ میں جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

ان ابن عباس أتاه نعي معاوية وولاية يزيد وهو يعشي أصحابه ويأكل معهم وقد رفع الى فيه لقمة فالقاها وأطرق هنيهة ثم قال جبل تدكدك ثم مال بجميعه في البحر واشتملت عليه الابحر لله در ابن هند ما كان اجمل وجهه

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر مرگ اور یزید کے حاکم بننے کی اطلاع پہنچی ہے تو وہ اپنے اصحاب کو شام کا کھانا کھلا رہے تھے اور خود بھی ان کے ساتھ کھا رہے تھے۔ اس وقت آپ اپنے منہ میں لقمہ ڈالنے ہی والے تھے کہ آپ نے لقمہ رکھ دیا اور تھوڑی دیر تک سر جھکائے رہے پھر

www.ahlehaq.com

واکرم خلقه واعظم حلمه
فقطع علیه الکلام رجل
وقال اتقول هذا فیه
فقال ویحک انک
لاتدری من مضی
عنک ومن بقی علیک
وستعلم ثم قطع الکلام
(ج ۶، ص ۳۷ طبع دار الفکر
بیروت)

فرمانے لگے کہ ایک پہاڑ تھا جو ریزہ
ریزہ ہو کر سارے کا سارا سمندر میں
چلا گیا اور اس کے کئی سمندر بن گئے
ابن ہند (معاویہ) کے کیا کہنے، اس
کا چہرہ کتنا پیارا، اس کا اخلاق کتنا
عمدہ اور اس کا حلم کتنا زیادہ تھا اس
پر ایک شخص ان کی بات کاٹ کر
کہنے لگا آپ بھی ان کے بارے
میں ایسا کہتے ہیں، فرمایا تجھ پر افسوس
ہے تجھے پتہ ہی نہیں کہ تجھے چھوڑ کر
کون چلا گیا اور تجھ پر مسلط ہونے کے
لیے کون باقی رہ گیا سو، اب تجھے معلوم ہو جائے گا
تا آنکہ انہوں نے گفتگو ختم کر دی۔

اور مستفتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے لیے دو کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ایک "الامامۃ والسیاسۃ" کا دوسرا "بلاذری" کا۔

الامامۃ والسیاسۃ قابلِ استناد نہیں

الامامۃ والسیاسۃ

لے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس موقع پر جو رائے ظاہر کی ہے آئندہ ہونے والے واقعات نے اس کی تصدیق کی چنانچہ تقریباً چودہ پندرہ سال تک پھر اموی حکومت کو استحکام نصیب نہیں ہو سکا اور اسلامی دنیا اس عرصہ میں خانہ جنگی میں مبتلا رہی۔

www.ahlehaq.com

قابل استناد کتاب نہیں، معلوم نہیں اس کا مصنف کون ہے۔ مشہور ادیب ابنِ قتیبہ کی طرف اس کی نسبت جعلی ہے۔

بلاذری کی سند صحیح نہیں

رہا بلاذری تو اس کی سند میں صحت معلوم نہیں ہوئی ایسی روایت ہر حال میں مردود ہے اور اگر کسی کو اس کی صحت پر اصرار ہو تو سند پیش کر کے اس کی صحت کا ثبوت دے۔ خود مورخ بلاذری کی "انساب الاشراف" میں یزید کا تذکرہ اس کے فسق و فجور کے ذکر سے پر ہے تاہم اس میں بعض ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن کی اہمیت کے پیش نظر یہودیوں نے سنہ ۱۹۴۰ء میں یروشلم سے اس کتاب کو شائع کیا تھا اور انہی یہودیوں کی اتباع میں محمود احمد عباسی جیسے ملحدین نے مسلمانوں میں انتشار فکر پیدا کرنے کے لیے اس قسم کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے۔

بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو حضرت ابن عباس کی آخری رائے کا اعتبار ہو گا

اور بالفرض تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کے بارے میں یہی اظہار خیال فرمایا تھا جو اس روایت میں مذکور ہے تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ یزید کا فسق ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا اور اس کے والد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی زندہ تھے اور وہ سب کے سامنے نیک بنا رہتا تھا اس لیے ممکن ہے نظر بظاہر آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے معاً بعد اس کے بارے میں ایسا اظہار خیال فرمایا ہو۔ بعد کو جب اس کا فسق عالم آشکارا ہوا

اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت نے اس کے ظلم و عدوان پر مہر تصدیق ثبت کر دی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود یزید کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا۔ وہ اصل اعتبار اس کا ہوگا۔

یزید اور حضرت ابن عباس کی خط و کتابت

چنانچہ یزید کے نام حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خط و کتابت جو کتب تواریخ میں درج ہے وہ دیکھی جائے اس سے سب حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نظروں میں یزید کا کتنا احترام تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی بیعت خلافت کی دعوت دی تھی لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا اس انکار سے یزید یہ سمجھا کہ چونکہ یہ میری بیعت میں داخل ہیں اس لیے انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیعت سے انکار کیا ہے اس بات سے خوش ہو کر اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو خط لکھا ہے وہ یہ ہے۔

یزید کا خط حضرت ابن عباس کے نام

اما بعد، فقد بلغنی ان الملحد ابن الزبیر دعاک الی بیعتہ وانک اعتصمت ببیعتنا وفاء منک لنا فجزاک اللہ من	اما بعد: مجھے اطلاع ملی ہے کہ ملحد ابن الزبیر نے آپ کو اپنی بیعت کے لیے کہا تھا اور آپ ہماری وفاداری میں ہماری بیعت پر مستقیم ہیں

ذی رحم خیر ما یجزی
الملا صلین لارحامهم
الموفین بعهودهم
فما انسی من الاشیاء
فلست بناس برک
وتعجیل صلتک بالذی
انت له اهل فانظر من
طلع علیک من الآفاق
ممن سحرهم ابن
الزبیر بلسانه فاعلمهم
بحاله فانهم منک
اسمع الناس ولک
اطوع منهم للمحل
(الکامل لابن اثیر ج ۴ ص ۵۰)

اللہ تعالیٰ آپ جیسے رشتہ دار کو بہتر
سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے جو وہ
ان حضرات کو عطا کرتا ہے کہ جو صلہ
رحمی کرتے ہیں اور اپنے عہد پر قائم
رہتے ہیں سو اب میں کچھ بھی بھولوں
پر آپ کے اس احسان کو نہیں
بھولوں گا اور آپ کی خدمت میں فوراً
ایسے صلے کی روانگی جو آپ
کے شایان شان ہو اب آپ ذرا
اتنا خیال اور رکھیں کہ جو بھی بیرونی
آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور
ابن زبیر نے اپنی جادو بیانی سے
اسے متأثر کر لیا ہو تو آپ ابن زبیر
کے حال سے اسے آگاہ فرمادیں
کیونکہ ابن حرم کعبہ کی حرمت کے
حلال[1] کرنے والے کی نسبت لوگ آپ
کی زیادہ سنتے اور زیادہ مانتے ہیں

---

[1] ابن زبیر مراد ہیں کہ یزید کی بیعت نہ کرنے کے
سبب یزید خاک بدہن گستاخ ان کو ملحد اور حرمت کعبہ کو ختم کرنے
والا کہتا تھا

www.ahlehaq.com

حضرت ابن عباس کا سرزنش نامہ یزید کے نام

یزید کے اس خط کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو جو سرزنش نامہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے:

اما بعد: فقد جاءنی کتابک، فأما ترک بیعۃ ابن الزبیر فواللہ ما أرجو بذاک برک ولا حمدک ولکن اللہ بالذی أنوی علیم وزعمت انک لست بناس بری فاحبس ایھا الانسان برک عنی فانی حابس عنک بری وسالت ان احبب الناس الیک وابغضھم واخذلھم لابن الزبیر فلا ولا سرور ولا کرامۃ کیف وقد قتلت حسینا وفتیان عبد المطلب مصابیح الھدی

اما بعد: تمہارا خط مجھے ملا میں نے جو ابن زبیر سے بیعت نہیں کی تو واللہ اس سلسلہ میں میں تم سے حسن سلوک اور تمہاری ثنا و صفت کا خواہاں نہیں، بلکہ جس نیت سے میں نے ایسا کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تمہیں جو یہ زعم ہے کہ میرے حسن سلوک کو فراموش نہ کروگے تو اے انسان اپنے اس حسن سلوک کو اپنے پاس اٹھا رکھ کیونکہ میں اپنے حسن سلوک کو تم سے اٹھا رکھوں گا اور تم نے جو مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن زبیر سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں سو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا، نہ تمہاری

ونجوم الاعلام غادتهم
خيولك بامرك في صعيد
واحد مرملين بالدماء
مسلوبين بالعراء مقتولين
بالظماء، لامكفنين و لا
موسدين[1] تسفي عليهم
الرياح وتنتابهم عوج
الضباع حتى اتاح الله
بقوم لم يشركوا
في دمائهم كفنوهم
واجنوهم وبي بهم
تعززت وجلست
مجلسك الذي
جلست فما انسى
من الاشياء، فلست بناسٍ
اطرادك حسينا من
حرم رسول الله صلى الله

خوشی ہمیں منظور ہے، اور نہ تمہارا
اعزاز، اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا
ہے حالاں کہ تم نے حسین کو اور ان
جوانانِ عبد المطلب کو قتل کیا
جو ہدایت کے چراغ اور ناموری
میں ستارے تھے، تمہارے سواروں
نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو
آغشتہ بخون ایک کھلے میدان میں
اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے
بدن پر جو کچھ تھا وہ چھینا جا چکا تھا،
پیاس کی حالت میں ان کو قتل کیا
گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے
دیا گیا، ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں
اور بجو کے بجو باری باری سے ان کی
لاشوں پر آتے جاتے رہے تا آنکہ حق
تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی قوم کو بھیجا
جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین

---

[1] یاد رہے الکامل لابن الاثیر کے مطبوعہ نسخہ میں یہاں "موسدین" کی بجائے "مسودین" اور "تنتابہم" کی جگہ "ینشابہم" اور "عوج الضباع" کی بجائے "عرج ابطاح" غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے اس کی تصحیح "مجمع الزوائد" سے کر دی ہے۔

www.ahlehaq.com

عليه وسلم الى حرم الله
وتسييرك الخيول اليه
فما زلت بذلك
حتى اشخصته الى
العراق فخرج خائفاً
يترقب فنزلت به
خيلك عداوة منك
لله ورسوله ولاهل
بيته الذين اذهب
الله عنهم الرجس
وطهرهم تطهيراً
فطلب اليكم الموادعة
وسألكم الرجعة
فاغتنمتم قلة انصاره
واستيصال اهل بيته
وتعاونتم عليه كانكم
قتلتم اهل بيت من
الشرك والكفر
فلا شئ اعجب
عندي من طلبتك
ودي وقد قتلت ولد ابي

نہ تھے ان لوگوں نے آکر ان کو کفن
دیا اور دفن کیا، حالاں کہ بخدا ان
ہی کے طفیل تجھے یہ عزت ملی ہے
اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب
بیٹھا ہوا ہے اب میں خواہ سب
چیزیں فراموش کر دوں، پر اس بات
کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تو نے
ہی حسین کو مجبور کر کے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم سے
حرم الٰہی میں پہنچایا اور پھر تو اپنے
سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا
رہا اور مسلسل لگا رہا تا آنکہ ان کو
عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا
چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت
میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا
اور پھر تیرے سواروں نے ان کو
جا لیا۔ یہ سب کچھ تو نے خدا رسول
اور ان اہل بیت کی عداوت میں
کیا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست
دور کر کے ان کو خوب پاک صاف
کر دیا تھا۔ حسین نے تمہارے سامنے

www.dhlehaq.com

وسیفک یقطر من
دمی وانت احد ثاری
ولا یعجبک ان ظفرت
بنا الیوم فلنظفرن
بک یومًا۔ والسلام

(کامل ابن اثیر ج ۴۔ ص ۵۷۵)

صلح کی بھی پیش کش کی اور واپس لوٹ
جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے
یہ دیکھ کر کہ ہم اس وقت بے یار و مددگار
ہیں اور ان کے خاندان کا استیصال
کیا جا سکتا ہے موقع کو غنیمت
جانا اور تم ان کے خلاف باہم
تعاون کر کے ان پر اس طرح ٹوٹ
پڑے کہ گویا تم مشرکوں یا کافروں
کے خاندان کو قتل کر رہے ہو پس
اب میرے نزدیک اس سے زیادہ
اور کیا تعجب کی بات ہو گی کہ تو میری
دوستی کا طالب ہے حالانکہ تو میرے
دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے
اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک
رہا ہے۔ اب تو تو میرے انتقام
کا ہدف ہے اور اس خیال میں
نہ رہنا کہ آج تو نے ہم پر فتح پا
لی ہے ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر
فتح پا کر رہیں گے لے۔ والسلام۔

لے تاریخ شاہد ہے کہ حضرت کی یہ پیشگوئی پوری ہو کر رہی اور عباسیوں ہی کے ہاتھوں (اگلے صفحہ پر)

www.alehaq.com

پانچواں شبہ

مستفتی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی کے شاگرد قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے "العواصم من القواصم" میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے "کتاب الزہد" میں یزید کا ذکر زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں ذکر کیا ہے جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔"

اس کا جواب

ابن العربی کی رائے غزالی کے بارے میں

یہ صحیح ہے کہ حافظ ابوبکر بن العربی، امام غزالی کے شاگرد تھے لیکن خود ان کے دل میں استاد کی جو قدر تھی وہ بھی سن لیجیے۔

حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں ۵۳۵ ہجری کے وفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وممن توفی فیها من الاعیان ...... الفقیه ابوبکر بن العربی المالکی شارح الترمذی کان فقیها عالماً وزاهداً عابداً وسمع الحدیث بعد

اور اس سنہ میں جن بڑے لوگوں کا انتقال ہوا۔ ان میں فقیہ ابوبکر بن العربی مالکی شارح ترمذی بھی ہیں یہ فقیہ و عالم اور زاہد و عابد تھے انہوں نے حدیث کا سماع فقہ میں مشغول ہونے کے بعد کیا تھا۔ غزالی

www.anlehaq.com

اشتغاله في الفقه وصحب الغزالي واخذ عنه وكان يتهمه براي الفلاسفة ويقول دخل في اجوافهم فلم يخرج منها

(ج ۲ ص ۲۲۸، ۲۲۹)

کی صحبت میں رہے ان سے علم بھی حاصل کیا اور غزالی کو فلاسفہ کی رائے سے بھی متہم کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ فلسفہ ان لوگوں کے پیٹوں میں ایسا گھسا کہ پھر نکلا ہی نہیں۔

ابن العربی کا فتویٰ کہ حسین کا قتل جائز تھا

بجا ہے بقول شاگرد، استاد تو فلسفہ کے چکر سے ساری عمر نہ نکل سکے۔ مگر خود بدولت کو آخر کیا ہو گیا تھا کہ یزید جیسا شقی تو آپ کو اولیاء کبار کی صف میں نظر آیا اور ریحانۃ الرسول، سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نظر میں ایسے مجرم ٹھہرے کہ جناب نے جھٹ سے یہ فتویٰ صادر فرما دیا کہ

قتل الحسين بشرع جده[1]

حسین کو ان کے نانا کی شرع کے مطابق قتل کر ڈالا گیا۔

نازم بریں فطانت سمجھ بوجھ ہو تو ایسی ہو۔ غالی ناصبیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں لکھتے ہیں

غلو الناصبية الذين يزعمون أن الحسين كان خارجيا وانه كان

ناصبیوں کا غلو ہے جو یہ زعم کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ وقت کے

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "مقدمہ ابن خلدون" ص ۵۲ طبع مطبع بہیہ مصر۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یجوز قتلہ ۱؎

خلاف خروج کیا اور اس لیے ان کو قتل کرنا جائز تھا۔

قاضی ابوبکر ابن العربی ناصبی ہیں

چنانچہ اسی لیے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ "فتاوی عزیزی" میں لکھتے ہیں:۔

نواصب فرقہ جدا است، ورائے خوارج در مغرب وشام بسیار بودہ اند، ومتوکل عباسی ووزیر او علی ابن جہم نیز از جملہ نواصب است خوارج جمیع مقاتلین را از صحابہ ہمچو طلحہ وزبیر وامیر المومنین علی المرتضی ومعاویہ وعمرو بن العاص را تکفیر می کنند۔ ونواصب محض عداوت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ وذریت طاہرۂ او شعار خود دارند۔ از متاخرین حافظ مغربی نیز ناصبی است۔

"نواصب" "خوارج" سے جدا فرقہ ہے یہ مغرب اور شام میں بہت تھے۔ خلیفہ المتوکل عباسی اور اس کا وزیر علی بن جہم بھی نواصب میں سے تھے۔ خوارج ان تمام صحابہ کرام کو جن میں باہم جنگ ہوئی یعنی حضرت طلحہ حضرت زبیر، امیر المومنین علی مرتضیٰ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص، (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان سب کو کافر بتاتے ہیں اور نواصب نے صرف امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کی ذریت طاہرہ کی عداوت کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ متاخرین میں

۱؎ ج ۱ ص ۷۰، طبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) "العواصم من القواصم" از ابن العربی ص ۲۳۲ طبع قاہرہ ۱۳۷۱ھ

۱؎ ج ۲ ص ۲۵۶ طبع امیریہ مصر ۱۳۲۱ھ

حافظ مغربی (ابوبکر ابن العربی) بھی ناصبی ہے۔

کتاب الزہد میں جن صاحب کا تذکرہ ہے وہ امیر یزید نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں

اسی ناصبیت کی شامت سے شاید قاضی جی کو وہم ہوگیا اور انہوں نے "کتاب الزہد" میں یزید بن معاویہ کا نام دیکھتے ہی اس کو اپنا ممدوح امیر یزید سمجھ لیا، یہ امیر یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ یزید بن معاویہ نخعی کوفی ہیں جو مشہور زاہد و عابد گزرے ہیں ان کا تذکرہ "تہذیب التہذیب" وغیرہ کتب رجال میں مذکور ہے۔ ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے حافظ جمال الدین مزی کی "تہذیب الکمال" سے ان کا پورا ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں ملاحظہ فرمایئے، وہ لکھتے ہیں:۔

یزید بن معاویہ النخعی الکوفی ذکر ابوبکر ابن ابی خیثمۃ انہ معدود فی العباد ھو و عمرو بن عتبۃ بن فرقد و ربیع بن خثیم و ھمام بن الحارث و معضد الشیبانی و جندب بن عبد اللہ و کمیل بن زیاد النخعی و اویس

یزید بن معاویہ نخعی کوفی، ابوبکر بن ابی خیثمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ اور عمرو بن عتبہ بن فرقد اور ربیع بن خثیم اور ہمام بن الحارث اور معضد شیبانی اور جندب بن عبد اللہ اور کمیل بن زیاد نخعی اور اویس قرنی ان سب کا شمار عابدوں میں رہا ہے۔ اور عبد الرحمٰن بن یزید کوفی نخعی سے منقول ہے کہ ان کا

www.ahlehaq.com

القرني، وحكى عن عبد الرحمن
بن يزيد النخعي قال خرجنا
جيش نحو فارس فيه علقمة
ويزيد بن معاوية فقتل
يزيد بن معاوية، له ذكر
في الدعاء من صحيح
البخاري في "باب الموعظة
ساعة بعد ساعة" في
حديث شقيق بن سلمة
قال، كنا ننتظر عبد الله اذ
جاء يزيد بن معاوية فقلنا
الا تجلس الحديث وذكره
في التاريخ وذكره ابن
حبان في كتاب الثقات وقال
قتل غازيا بفارس ؎۔

کی مہم پر ایک لشکر میں ہم بھی روانہ
ہوئے تھے اسی لشکر میں علقمہ اور
یزید بن معاویہ بھی تھے پھر یزید بن
معاویہ اسی مہم میں شہید ہو گئے
صحیح بخاری، "کتاب الدعاء کے" باب
الموعظۃ ساعۃ بعد ساعۃ" میں بروایت
شقیق بن سلمہ مذکور ہے کہ ہم حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے باہر آنے کے منتظر تھے کہ اسی
اثناء میں یزید بن معاویہ بھی آگئے ہم
نے ان سے عرض کیا آپ تشریف
نہیں رکھیں گے؟ (الخ) امام بخاری
نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے.
اور ابن حبان نے بھی کتاب الثقات
میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور یہ بیان
کیا ہے کہ فارس میں جہاد کرتے ہوئے
شہید ہو گئے۔

اب یہ خدا ہی جانے قاضی ابوبکر بن العربی کو اپنی خوش فہمی کی بدولت یہ وہم ہوا ہے یا انہوں نے قصداً ہی مغالطہ دینے کے لیے لوگوں کا ذہن یزید بن معاویہ کی طرف

؎ اس کتاب کا عکسی نسخہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں موجود ہے۔

www.ahlehaq.com

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بجائے (جو طبقہ کبار تابعین میں بڑے عابد و زاہد بزرگ گزرے ہیں) اپنے ممدوح امیر یزید بن معاویہ اموی کی طرف منتقل کر دیا، تاکہ لوگ اس یزید پلید کو بھی حضرت یزید کوفی نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرح زہد و عبادت میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہمسر سمجھنے لگیں۔

ناصبیوں کا امام طبری کو رافضی بتانا

درحقیقت یہ ویسی ہی ناپاک جسارت ہے جیسی کہ آج کل کے ناصبی حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کرتے ہیں جو مجتہدین اہلسنت میں بڑے نامور امام گزرے ہیں۔ انہیں صرف اس لیے رافضی بتاتے ہیں کہ اس نام کا ایک دوسرا رافضی عالم بھی گزرا ہے ان ناصبیوں کی یہ سعی نامحمود صرف اس لیے ہے کہ امام طبری کی تاریخ "ناصبیت" کا ساتھ نہیں دیتی لے

لے ناصبیت کی طرف میلان کے سبب حافظ مغربی ابوبکر بن العربی اگرچہ تمام مورخین اسلام سے نالاں ہیں۔ مگر امام طبری سے ان کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ تمام مورخین اسلام میں اگر ان کو کسی مورخ پر اعتماد ہے تو وہ صرف امام ابوجعفر محمد ابن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ العواصم من القواصم میں نہایت دلسوزی کے ساتھ ان کی تاکید یہ ہے کہ ولا تسمعوا لمورخ کلاما الا للطبری (ص ۲۴۸) طبری کے سوا کسی مورخ کی کوئی بات نہ سنو۔

اب سوچنے کی بات ہے رافضیوں کے بارے میں حافظ ابوبکر بن العربی سے زیادہ کون حساس ہوگا۔ امام طبری کی تصانیف بالخصوص تاریخ میں اگر رفض کی ترجمانی ہوتی تو وہ اس رائے کا اظہار کس طرح کر سکتے تھے۔

مطبوعہ کتاب الزہد اصل نہیں اس کا انتخاب ہے

واضح رہے کہ حالی میں جو کتاب الزہد امام احمد بن حنبلؒ کے نام سے مطبع ام القریٰ مکہ سے شائع ہوئی ہے، وہ پوری کتاب نہیں بلکہ اس کا انتخاب ہے، پوری کتاب جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تعجیل المنفعۃ" کے مقدمہ میں تصریح کی ہے بڑی ضخیم کتاب ہے جو مسند احمد بن حنبل کی تقریباً ایک تہائی ہے۔ موجودہ نسخہ جو اصل کتاب کا انتخاب ہے اس میں دونوں "یزیدوں" کا تذکرہ نہیں ہے لہذا قاضی جی کی "العواصم" سے اس بارے میں استدلال کرنا محض نادانی ہے۔

یزید کے بارے میں امام احمد کی تصریح کہ اس سے کوئی روایت نہ کی جائے

بہرحال حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی طرف اس خرافات کو منسوب کرنا کہ "وہ یزید کو عابد وزاہد مانتے تھے" بہت بڑی جسارت ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں یزید کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

لا ینبغی ان یروی عنہ

اس سے روایت کرنا نہیں چاہیے

اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

قیل لہ اتکتب الحدیث عن یزید بن معاویۃ قال لا ولا کرامۃ، اولیس ھو الذی فعل باھل المدینۃ ما فعل۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے عرض کیا گیا کہ کیا یزید بن معاویہ سے حدیث آپ لکھیں گے، فرمایا نہیں، اور نہ اس میں کچھ عزت ہے، کیا یہ وہی شخص

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۴۸۳ ج ۳ طبع ریاض) نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ وہ ظلم کیا جو بیان سے باہر ہے

حافظ ابن حجرؒ نے "تعجیل المنفعۃ" میں امام احمدؒ کی کتاب "الزہد" اور ان کی "مسند" کے ان تمام رجال کا ذکر کیا ہے جن سے صحاح ستہ میں روایتیں نہیں ہیں اس میں یزید بن معاویہ کے بارے میں یہ مذکور ہے۔

ولم یقع لہ فی المسند روایۃ وانما لہ مجرد ذکر — مسند میں اس کی کوئی روایت مذکور نہیں صرف اس کا ذکر آیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

وقد وقع لیزید بن معاویۃ ذکر فی الصحیح وفی السنن ایضاً وظفرت لہ فی المراسیل لابی داؤد بروایۃ ذکرت لہ من اجلہا تذکرۃ فی تہذیب التہذیب۔ — یزید بن معاویہ کا "صحیح بخاری" میں بھی ذکر[1] آیا ہے اور سنن میں بھی، مجھے اس کی ایک روایت مراسیل ابی داؤد میں ملی ہے جس کی بنا پر میں نے "تہذیب التہذیب" میں اس کا تذکرہ لکھا ہے۔

اور اسی کے ساتھ "تہذیب التہذیب" میں یہ بھی تصریح کر دی ہے ولیست لہ روایۃ تعتمد (اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جو قابل اعتماد ہو) واضح رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تعجیل المنفعۃ، تہذیب التہذیب اور لسان المیزان ان تینوں کتابوں میں اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

---

[1] ذکر سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی گئی ہے بلکہ سلسلہ کلام میں کہیں اس کا ذکر آگیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی لسان المیزان سے یزید کا مکمل ترجمہ

ہم لسان المیزان سے یزید کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، فرماتے ہیں ا۔

يزيد بن معاوية بن ابي سفيان الاموي روى عن ابيه، وعنه ابنه خالد وعبد الملك بن مروان، مقدوح في عدالته وليس باهل ان يروى عنه، وقال احمد بن حنبل: لا ينبغي ان يروى عنه انتهىٰ وقد وجدت له رواية في "مراسيل ابي داؤد" ونبهت عليها في "النكت على الاطراف" واخباره مستوفاة في تاريخ ابن عساكر وملخصها انه ولد في خلافة عثمان وقد ابطل من زعم انه ولد في عهد النبوي وكنيته ابو خالد ولما مات ابوه بويع له بالخلافة سنة

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان نے اس کی عدالت مجروح ہے اور یہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس سے روایت نہ کرنا چاہیے (یہاں ذہبیؒ کی عبارت جو میزان الاعتدال میں ہے تمام ہوئی) مجھے اس کی ایک روایت "مراسیل ابی داؤد" میں ملی، جس پر میں نے "النکت علی الاطراف" میں تنبیہ کردی ہے۔ یزید کے حالات تاریخ ابن عساکر میں بتمام وکمال مذکور ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا، اور اس نے غلطی کی جس نے یہ کہا کہ اس کی ولادت عہد نبوی میں

ستین، وامتنع من بیعته
الحسین بن علی وعبد الله
بن عمرو عبد الله بن الزبیر
رضی الله تعالیٰ عنهم وعاذ
بحرم مکة فسمی عائذ
البیت واما ابن عمر رضی الله
عنهما فقال اذا اجتمع
الناس بایعت ثم بایع
واما الحسین رضی الله عنه
فسار الی مکة فوافق بیعته
اهل الکوفة فسار الیهم
بعد ان ارسل ابن عمه
مسلم بن عقیل لاخذ
البیعة فظفر به عبید الله
بن زیاد امیرها فقتله
وجهز الجیش الی
الحسین فقتل فی یوم
عاشوراء سنة احدی
وستین ثم ان اهل المدینة
خلعوا یزید فی سنة ثلاث
وستین فجهز الیهم

ہوئی تھی اس کی کنیت ابو خالد ہے
۶۰ھ ہجری میں اپنے والد کے انتقال
پر اس سے بیعت خلافت ہوئی حضرت
حسین بن علی، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ
بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس
سے بیعت نہ کی۔ اور حضرت ابن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو حرم مکہ میں پناہ
گزین ہو گئے اور اس بنا پر ان کو
"عائذ البیت" کہا جانے لگا۔ اور حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ
"جب سب لوگ اس کی بیعت پر
مجتمع ہو جائیں گے تو میں بھی بیعت کر
لوں گا" بعد کو آپ نے بھی بیعت کر لی
رہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تو آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور پھر
اہل کوفہ کے بیعت کرنے پر آپ ان
کی طرف روانہ ہو گئے اس سے پہلے
آپ اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل
کو بیعت لینے کی غرض سے بجانب
کوفہ روانہ کر چکے تھے۔ وہاں امیر کوفہ
عبید اللہ بن زیاد کا ان پر قابو چل گیا

مسلم بن عقبة المري في جيش حافل مقاتلهم فهزمهم وقتل منهم خلق كثير من الصحابة وابناؤهم وسبق اكابر التابعين وفضلاؤهم واستباحها ثلاثة ايام نهبا وقتلا ثم بايع من بقي على انهم عبيد ليزيد ومن امتنع قتل ثم توجه إلى مكة لحرب ابن الزبير فمات في الطريق وعهد الى الحصين بن نمير فسار بالجيش الى مكة فحاصر ابن الزبير ونصبوا المنجنيق على الكعبة فوهت اركانها ثم احترقت وفي اثناء ذالك ورد الخبر بموت يزيد ثم مات ابنه معاوية بن يزيد بعد قليل وصفا الحولابن الزبير فدعا الى نفسه

اور اس نے ان کو قتل کر ڈالا اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف فوج بھیجی چنانچہ آپ کو بروز عاشورا ۶۱ھ کو قتل کر دیا گیا اس کے بعد اہل مدینہ نے ۶۳ھ میں یزید کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے مسلم بن عقبہ مری کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر روانہ کیا جس نے اہل مدینہ سے جنگ کر کے ان کو ہزیمت دی، اس جنگ میں صحابہ، اولاد صحابہ اور اکابر تابعین میں سر برآوردہ حضرات اور فضلاء کی ایک کثیر خلقت قتل کر دی گئی، مسلم بن عقبہ نے تین دن تک مدینہ شریف کو لوٹ مار اور قتل و غارت کے لیے حلال کر دیا پھر جو زندہ بچ گئے ان سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے بھی بیعت سے انکار کیا ہے اس کا سر قلم کر دیا گیا اس کے بعد مسلم نے مکہ معظمہ کا رخ کیا تاکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ

www.ahlehaq.com

نبایعه اهل الآفاق واکثر
اهل الشام ثم خرج
علیه مروان بن الحکم
فکان ما کان، قال ابو یعلی
فی مسنده "حدثنا الحکم
بن موسی قال حدثنا الولید
عن الاوزاعی عن مکحول
عن ابی عبیدة بن الجراح
رضی الله تعالی عنه قال قال
رسول الله صلی الله علیه
وسلم، لایزال امر امتی
قائما بالسوی حتی یکون
اول من یثلمه رجل
من بنی امیة یقال
له یزید" وقال ابو زرعه
الدمشقی حدثنا ابو نعیم
حدثنا شیبان عن ابن
المنکدر قال لما جاءت
بیعة یزید قال ابن عمر
رضی الله عنهما ان کان
خیرا رضینا وان

تعالیٰ عنہ سے جنگ کیلئے گیا مگر راستے میں
ہی موت نے آلیا، مسلم نے حصین بن
نمیر کو سالار لشکر کیا تھا، چنانچہ یہ لشکر
لے کر مکہ معظمہ پہنچا اور حضرت ابن
زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر لیا
اس لشکر نے کعبہ کے بالمقابل منجنیق
نصب کر کے اس پر گولہ باری شروع
کردی جس سے کعبہ کی بنیادیں کمزور
ہوگئیں اور پھر اس میں آگ لگ گئی
اسی اثنا میں یزید کے مرنے کی خبر
آئی اور پھر تھوڑی ہی مدت میں اس
کا بیٹا معاویہ بن یزید بھی مر گیا۔ اب
حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کے حق میں فضا صاف ہو چکی تھی
چنانچہ آپ نے اپنے بیعت کی دعوت دی
اہل آفاق اور اہل شام کی اکثریت
نے آپ سے خلافت پر بیعت کر
لی پھر مروان نے آپ کے خلاف
خروج کیا اور جو ہونا تھا ہو کر رہا۔
امام ابو یعلیٰ اپنی مسند میں روایت
کرتے ہیں کہ ہم سے حکم بن موسیٰ نے

www.ahlehaq.com

كان بلاءً صبرنا .

حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں کہ
ہم سے ولید نے اوزاعی سے حدیث
نقل کی، اوزاعی، مکحول سے راوی
ہیں اور مکحول حضرت ابو عبیدہ بن
الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا: میری امت کا
معاملہ ٹھیک چلتا رہے گا تاآنکہ
بنی امیہ میں سے ایک شخص جس کا
نام یزید ہے سب سے پہلے اس میں
رخنہ ڈالے گا۔ ابو زرعہ دمشقی کہتے
ہیں کہ ہم سے ابونعیم نے بیان کیا
کہ ہم سے شیبان نے ابن المنکدر
سے روایت نقل کی ہے کہ جب
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کے پاس یزید کی بیعت کی اطلاع
آئی تو آپ نے فرمایا اگر یزید بھلا
ہوا تو ہم اسے پسند کریں گے اور
بلا ہوا تو صبر کریں گے

وقال ابن شوذب سمعت
ابراهيم بن ابي عبد ،

ابن شوذب کہتے ہیں کہ میں نے
ابراہیم بن ابی عبد سے سنا وہ

www.alhaq.com

يقول سمعت عمر بن عبد العزيز يترحم على يزيد بن معاوية وقال يحيى ابن عبد الملك بن ابي عتبة حدثنا نوفل بن ابي عقرب كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال امير المؤمنين يزيد، فقال له عمر تقول امير المؤمنين؟ وامر به فضرب عشرين سوطاً۔

کہتے تھے میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یزید کے لیے رحم کی دعا کرتے ہوئے سنا[1] اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی عتبہ کا بیان ہے کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص کی زبان سے یزید بن معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے امیر المومنین یزید کے الفاظ نکل گئے اس پر حضرت عمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کو امیر المومنین کہتا ہے اور پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں، چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔[2]

قال ابو بكر بن عياش: بايع

ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ یزید

---

[1] واضح رہے کہ گنہگار کے حق میں دعا کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں۔ آخر نماز جنازہ تو بڑے سے بڑے گنہگار کی بھی پڑھی ہی جاتی ہے۔

[2] اس نے یزید کو احتراماً ایسا کہا ہوگا اس لیے اس کو یہ سزا دی گئی کیونکہ فاسق کی تعظیم اور اس کا احترام ممنوع ہے۔

www.ahlehaq.com

الناس له فی رجب سنة ستين
ومات فی ربیع الاول سنة
ثلاث وستين كذا قال،
والصواب فی نصف ربيع الاول
سنة اربع وكان سنه يوم مات
ثمانيا وثلاثين سنة۔ (لسان الميزان
ص ٢٩٣، ٢٩٤ ج ٦ ترجمہ یزید بن معاویہ
بن ابی سفیان الاموی طبع حیدر آباد دکن
(انڈیا) ١٣٣١ھ ہجری۔

سے لوگوں نے رجب ٦٠ھ ہجری
میں بیعت کی اور ربیع الاول ٦٣ھ
میں وہ مر گیا، ان کا یہی بیان ہے
لیکن صحیح یہ ہے کہ یزید ١٥ ربیع
الاول ٦٤ھ ہجری کو مرا ہے۔ جس
دن اسے موت آئی اس دن اس
کی عمر اڑتیس سال کی تھی۔

امام احمد کی تصریح کہ یزید ملعون ہے

ظاہر ہے کہ اگر یزید کا ذکر امام احمد کی کتاب الزہد میں ہوتا تو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جنہوں نے کتاب الزہد کے تمام رجال پر کام کیا ہے یزید کے ترجمے میں اس کا ضرور ذکر کرتے یزید سے روایت کے بارے میں تو امام احمد رحمہ اللہ نے جو رائے ظاہر کی وہ آپ کی نظر کے سامنے ہے اب وہ مستحق لعنت تھا یا نہیں اس کے بارے میں بھی امام ممدوح کی یہ تصریح پڑھیے حافظ ابن تیمیہؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

قال صالح بن احمد بن حنبل
قلت لابی ان قوما يقولون:
انهم يحبون يزيد قال:
يا بنی: وهل يحب يزيد
احد يؤمن بالله واليوم

صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ
میں نے اپنے والد ماجد سے عرض
کیا، کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے
ہیں کہ وہ یزید سے محبت رکھتے ہیں
یہ سن کر آپ نے فرمایا بیٹے کوئی شخص

الاخر؛ فقلت، یا أبت فلما ذا لا تلعنہ؟ قال یا بُنی! و متی رأیت اباک یلعن احدًا؟

(مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج-۳- ص-۴۱۲)

بھی جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ میں نے پھر عرض کیا ابا جان! پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں فرماتے، آپ نے جواب دیا بیٹا تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے ہوئے کب دیکھا ہے؟

اس روایت میں امام ممدوح نے یہ نہیں فرمایا کہ اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اپنے عمل کو بتلا دیا کہ میں کسی پر لعنت نہیں کیا کرتا۔ مگر دوسری روایت میں جس کو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں نقل فرمایا ہے۔ اس کے مستحق لعنت ہونے کی صاف تصریح فرما دی ہے یہ روایت حسب ذیل ہے۔

قال ابن الجوزی انہ روی القاضی ابو یعلی فی کتابہ "المعتمد فی الاصول" بسندہ عن صالح بن احمد بن حنبل انہ قال: قلت لابی یا ابت یزعم بعض الناس انا نحب یزید بن معاویہ فقال احمد: یا بنی ھل یسوغ لمن یؤمن باللہ

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلی نے اپنی کتاب "المعتمد فی الاصول" میں بسند صالح بن احمد بن حنبل رح سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ ابا جان بعض لوگ اس امر کے مدعی ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا بیٹا بھلا جو شخص اللہ تعالی پر ایمان رکھتا ہو

ان يحب يزيد ولم لا يلعن
رجل لعنه الله في كتابه؟
قلت يا ابت! اين لعن
الله يزيد في كتابه؟ قال:
حيث قال فَهَلْ عَسَيْتُمْ
إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا
فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا
أَرْحَامَكُمْ أُولٰئِكَ
الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ
فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى
أَبْصَارَهُمْ۔
(تفسیر مظہری ج ۸۔ ص ۳۴ ۴
طبع دہلی ۱۳۹۶ھ)

کیا اس کے لیے یہ روا ہو سکتا ہے کہ وہ یزید سے محبت رکھے اور ایسے شخص پر کیوں لعنت نہ کی جائے جس پر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے میں نے عرض کیا ابا جان! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت فرمائی ہے فرمایا جہاں یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ "پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں، اور قطع کرو اپنی قرابتیں، ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں"۔

☆

واضح رہے کہ علماء حنابلہ میں بہت سے اکابر ائمہ کا عمل بھی اسی قول پر ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" (ص ۲۲۳۔ ج ۸) میں جہاں واقعہ حرہ کے سلسلہ میں ان حدیثوں کا ذکر کیا ہے جن میں یہ مضمون آتا ہے کہ "ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے جو اہل مدینہ کو ظلماً خوف میں مبتلا کریں"۔ وہاں ان کو بیان کر کے فرماتے ہیں۔

وقد استدل بهذا
الحديث وامثاله من

اس حدیث سے اور اس جیسی دوسری حدیثوں سے ان حضرات نے استدلال

www.ahlehaq.com

ذهب الى الترخيص في لعنة يزيد بن معاويه وهو رواية عن احمد بن حنبل، اختارها الخلال وابوبكر عبدالعزيز والقاضي ابو يعلى وابنه القاضي ابوالحسين وانتصر لذالك ابوالفرج ابن الجوزي في مصنف مفرد وجوز لعنته۔

کیا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کی اجازت ہے اور امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت میں یہی وارد ہے اور اسی کو خلال، ابوبکر عبدالعزیز قاضی ابویعلی اور ان کے صاحبزادے قاضی ابوالحسین نے اختیار فرمایا ہے اور حافظ ابوالفرج بن الجوزی نے ایک مستقل تصنیف اس بارے میں لکھ کر اسی روایت کی تائید کی ہے اور یزید پر لعنت کرنے کو جائز بتایا ہے۔

اب سوچیے امام احمد بن حنبل کی کتاب الزہد میں اگر اس خلیفہ فاسق یزید بن معاویہ کا ذکر زہاد وعباد میں ہوتا تو اس سے ائمہ حنابلہ امام ابوبکر خلال، ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلی، ان کے فرزند قاضی ابوالحسین، حافظ ابن الجوزی اور علامہ ابن تیمیہ جیسے اکابر ائمہ حنابلہ واقف ہوتے یا قاضی ابوبکر ابن العربی ناصبی؟۔

قاضی ابوبکر بن العربی کی ہجو

قاضی ابن العربی کی اس حرکت پر ہمیں بے اختیار وہ اشعار یاد آگئے جو ان کی شان میں خلف بن خرادیب نے کہے ہیں فرماتے ہیں۔

www.ahlehaq.com

یا اھل حمص ومن بھا اوصیکم ۔۔۔ بالبر والتقوی وصیۃ مشفق

اے حمص کے رہنے والو اور جو بھی وہاں ہیں میں تم کو ایک مشفق کی طرح نیکی اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں

فخذوا عن العربی اسمار الدجی ۔۔۔ وخذوا الروایۃ عن امام متقی

اس ابوبکر ابن العربی سے افسانہائے شب تو سن لو مگر حدیث کی روایت کسی متقی امام سے ہی کرو

ان الفتی حلو الکلام مھذب ۔۔۔ ان لم یجد خبراً صحیحاً یخلق

یہ نوجوان بڑا شیریں کلام اور مہذب ہے اسے اگر صحیح حدیث نہ ملے تو اپنی طرف سے گھڑ لیتا ہے

خلف کو ان اشعار کے کہنے کی نوبت اس لیے پیش آئی کہ اشبیلیہ (واقع اندلس) میں فقہا کی ایک مجلس جمی ہوئی تھی۔ ابوبکر ابن المرجیؒ اور دوسرے حضرات بھی وہاں موجود تھے ابن العربی بھی شریک مجلس تھے، مجلس میں علمی مذاکرہ جاری تھا "حدیث مغفر" کا ذکر چھڑا تو ابن المرجیؒ نے کہا کہ یہ حدیث صرف بروایتؒ مالک عن الزہریؒ معروف ہے اس پر ہمارے قاضی جی ابن العربیؒ فرمانے لگے

قد رویتہ من ثلاثۃ ۔۔۔ میں نے امام مالک کے علاوہ تیرہ

عشر طریقاً غیر طریق مالک ۔۔۔ سندوں سے اس حدیث کو روایت

کیا۔

یہ دعویٰ سن کر حاضرین دنگ رہ گئے اور انہوں نے ان کی خدمت میں درخواست کی کہ براہ کرم ہم کو اس سلسلے میں استفادہ کا موقعہ عنایت فرمایا جائے چنانچہ ابن العربیؒ نے حاضرین سے روایت کو بیان کرنے کا وعدہ تو کر لیا مگر بعد کو کچھ نہ بتا سکے۔ ادیب مذکور نے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر ان کی ہجو میں یہ اشعار نظم کر دیے۔

حافظ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں اس سارے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد

فرماتے ہیں؛

قلت هذه حكاية ساذجة لا تدل على جرح صحيح، ولعل القاضي وهم وسرى فكره الى حديث فظنه هذا والشعراء يخلقون الافك

(تذکرۃ الحفاظ ج ٢ ص ٨٩)

میں کہتا ہوں یہ ایک سادہ ساواقعہ ہے جو صحیح جرح پر دلالت نہیں کرتا اور شاید قاضی جی کو وہم ہوا اور ان کا خیال کسی اور حدیث کی طرف چلا گیا جسکو وہ یہی حدیث گمان کر بیٹھے اور شعراء تو غلط بیانی کرتے ہی رہتے ہیں

ہمیں بھی حافظ ذہبیؒ سے ان کے بارے میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں جس طرح اس واقعہ میں ان کا خیال اس حدیث سے دوسری حدیث کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ اسی حدیث کو تیرہ سندوں سے روایت کرنے کے مدعی بن بیٹھے ایسے ہی ناصبیت کی نحوست نے حضرت یزید بن معاویہ نخعی کوفیؒ کے نام کو دیکھ کر ان کے دماغ کو اپنے ممدوح یزید کی طرف جو ایک سفاک و ظالم بادشاہ تھا پھیر دیا اور یہ اسے اپنے خیال میں عابد و زاہد سمجھ بیٹھے۔

www.ahlehaq.com

چھٹا شبہ

مستفتی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی فرماتے ہیں "یزید نے نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر رضامند تھا اور یزید کو "رحمۃ اللہ علیہ" کہنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔"

یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ یزید پر صرف قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا الزام نہیں بلکہ اس کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ وہ مے نوش بھی تھا اور تارک صلوٰۃ بھی، اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو قتل نہیں کیا بلکہ مدینۂ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام کرایا، حرم نبوی کی بے حرمتی کی، بیت اللہ کی حرمت کو پامال کیا ہے منجنیق سے عین حرم کعبہ میں گولہ باری کی جس سے کعبہ شریف کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔

امام غزالی کے فتویٰ کی تنقیح

امام غزالیؒ نے اپنے فتویٰ میں ان جرائم کے ارتکاب سے یزید کی برأت نہیں کی ہے، نہ اس کی اس سلسلہ میں کوئی صفائی پیش کی ہے۔

بالفرض مان لیا جائے کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا نہ وہ ان کے قتل پر راضی تھا مگر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ حضرت حسین رضؓ کی شہادت اس کے ہاتھوں نہیں تو اس کے عمال بداعمال کے ہاتھوں یقیناً عمل میں آئی۔ پھر جب اس نے نہ انکے قتل کا حکم دیا تھا نہ وہ اس پر راضی تھا تو آخر اپنے عمال سے اس سلسلہ میں اس نے کیا باز پرس کی؟ اس کے بارے میں بھی امام غزالیؒ خاموش ہیں اور سب سے بڑھکر یہ امر غور طلب ہے کہ تاریخ ابن خلکان اٹھا کر ان کے اس فتویٰ کو اول سے آخر تک پڑھ

لیجئے اس میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ یزید متقی اور پرہیزگار آدمی تھا۔ اور نہ یہ ذکر ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں حق بجانب تھا اس فتویٰ میں تو صرف دو مسئلوں پر کلام ہے ایک تو یہ کہ اس پر لعنت کرنا مناسب نہیں کیونکہ امام غزالیؒ کسی شخص معین پر اس کا نام لے کر لعنت کرنے کے روادار نہیں خواہ وہ کافر ہو یا فاسق کچھ یزید ہی کی اس مسئلہ میں تخصیص نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حقیقت کا معلوم کرنا کہ فی الواقع یزید قتل حسینؓ سے راضی تھا سخت دشوار ہے امام غزالیؒ کے اس شبہ کا جواب حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی نے "الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم" میں اجمالی طور پر حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے فرماتے ہیں۔

اور جب ابن خلکان نے حافظ عماد الدین کیا ہراسی کے اس فتویٰ کو نقل کیا کہ جس میں یزید پر لعنت کی اجازت دی گئی ہے تو اس کے بعد غزالیؒ کا ایک فتویٰ بھی نقل کیا جو اس امر کا شاہد ہے کہ غزالی قتل حسین کے حق بجانب ہونے میں یزید کی حمایت سے بری ہیں۔

انہوں نے تو صرف دو مسئلوں پر بحث کی ہے جن کا اس بات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے ایک یہ کہ کسی پر لعنت کرنا حرام ہے اس میں یزید کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر فاسق اور کافر کے بارے میں ان

ولما حکی ابن خلکان کلام الحافظ عماد الدین ھذا اورد بعدہ کلاما رواہ عن الغزالی وکلامہ ذلک شاھد ببراءۃ الغزالی من القول بتصویب یزید فی قتل الحسین وانما تکلم فی مسألتین غیر ذلک احدھما تحریم اللعن ولم یخص یزید فھو مذھبہ فی کل فاسق و کافر کما رواہ عنہ النووی فی الاذکار وقد ذکر النووی

www.dlehaq.com

ان ظاهر الاخبار خلاف
ذالك وقد افردت الكلام
على ذالك فى كراسي وثانيها
القول بان العلم برضا يزيد
لقتل الحسين متعذر وليس
فى هذا نزاع ولو اقر يزيد
بلفظ صريح وسمعنا ذالك
منه لم يعلم ان باطنه كما
اظهر وقد جهل رسول الله
صلى الله عليه وسلم بواطن
المنافقين وكل علم ذالك
الى الله تعالى ولكن الحكم للظاهر
وقد روى البخاري رح فى صحيحه
عن عمر بن الخطاب رض انهٗ
قال ان اناسا كانوا يؤخذون
بالوحى على عهد رسول الله صلى
الله عليه وسلم وان الوحى
قد انقطع فمن اظهر لنا خيراً
آمناه وقربناه وليس لنا
من سريرته شيء ومن
اظهر لنا سوءً لم نأمنه

کی یہی رائے ہے چنانچہ امام نووی نے
بھی اپنی کتاب الاذکار میں ان کا یہی
مذہب نقل کیا ہے اور امام نووی کا
بیان ہے کہ ظاہر احادیث اس مذہب
کے خلاف ہیں اور میں نے ایک مستقل جز
اس مسئلہ پر تحریر کیا ہے۔

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس بات کا
یقینی علم کہ واقعی یزید قتل حسین سے راضی
تھا محال ہے اور ہمیں بھی اس میں نزاع
نہیں بالغرض اگر یزید صاف اور صریح
الفاظ میں بھی قتل حسین کا مقر ہوتا اور
خود بھی ہم اس کی زبانی اس کے اس اقرار کو
سن لیتے تب بھی اس کا یقین نہیں
ہو سکتا تھا کہ اس کا ظاہر و باطن ایک ہے
کیونکہ اس امر کا امکان بہرحال تھا کہ
اس نے جھوٹا اقرار کیا ہو خود آنحضرت
منافقین کے باطنی حالات سے بے خبر تھے
اور آپ نے حقیقت حال کا علم حق تعالیٰ
کے سپرد کر دیا تھا لیکن شرع کا حکم یہ
ہے کہ فیصلہ ظاہر حالات پر کیا جاتا ہے
چنانچہ امام بخاری رح اپنی صحیح میں حضرت

www.ahlehaq.com

ولم نصدقه وان قال ان سريرته حسنة

(الروض الباسم ج ٢ ص ٣٢ طبع مصر)

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی کی بنا پر لوگوں کی گرفت ہو جاتی تھی اور اب وحی ختم ہو گئی لہٰذا جو شخص بھی ہمارے سامنے خیر کا اظہار کرے گا ہم اسے امن دینگے اور اپنے پاس رکھیں گے اور اس کے باطن کے ہم کچھ ذمہ دار نہیں اور جو ہمارے سامنے بدی کا اظہار کریگا اسکو نہ ہم امن دینگے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ یہ کہے جائے کہ میرا باطن بالکل ٹھیک ہے۔

امام غزالی بزرگ آدمی ہیں وہ تو ابلیس پر بھی لعنت کرنے کو نہیں کہتے۔ اور نہ کسی کافر معین پر لعنت کو روا رکھتے ہیں پھر یزید پر لعنت کرنے کو کیوں کہیں گے۔ ان کے نزدیک ہر حال میں مومن کا ذکر الٰہی میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔ ہمارے نزدیک بھی یزید پر لعنت کرنا کوئی کارِ ثواب نہیں ہے۔ کہ خواہ مخواہ آدمی اس کا نام لیکر اپنی زبان کو گندہ کرے ظاہر ہے کہ اس پر لعنت کی بجائے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو تو اس میں بالاتفاق ثواب زیادہ ہوگا۔ مگر یزید پر لعنت نہ کرنے سے اس کا متقی اور صالح ہونا کہاں سے ثابت ہو گیا؟

میدان کربلا میں حضرت حسینؓ کا آخری خطبہ

خود امام غزالیؒ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری خطبہ جو میدان کربلا میں آپ نے دیا تھا۔ نقل کیا ہے اس سے صورت واقعہ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں۔

لما نزل القوم بالحسين
رضي الله تعالى عنه وايقن
انهم قاتلوه قام في اصحابه
خطيباً فحمد الله واثنى عليه
ثم قال نزل من الامر ما ترون
وان الدنيا قد تغيرت وتنكرت
وادبر معروفها واشمرت
حتى لم يبق منها الا كصبابة
الاناء والا خسيس عيش
كالمرعى الوبيل الا ترون ان
الحق لا يعمل به والباطل
لا يتناهى عنه ليرغب المؤمن
في لقاء الله تعالى واني لا ارى
الموت الا سعادة والحياة مع
الظالمين الا جرماً
(احياء العلوم ج ٣ ص ٣٩٨
طبع مصر)

جب یزیدی فوج حضرت حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے مقابل آکر اتری اور آپ کو
یقین ہو گیا کہ یہ آپ کو ضرور قتل کر کے
رہے گی تو آپ نے اپنے اصحاب کے
سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس میں پہلے
اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا۔ جو
مصیبت نازل ہوئی ہے وہ تمہاری آنکھوں
کے سامنے ہے دنیا بدل گئی اور اجنبی بن
گئی اس کی خوبی نے پیٹھ پھیر لی اور جلدی
سے کھسک گئی اب تو اس میں سے بس
صرف اتنا سا باقی رہا ہے جتنا کہ برتن میں
سے پانی لینے کے بعد اس میں کچھ لگا رہ جاتا ہے
اور بس اتنی سی زندگی جو اس چراگاہ کی
طرح ہے جس میں چرنے سے بد ہضمی ہو جاتی
ہے دیکھتے نہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے
اور باطل سے باز نہیں رہا جاتا۔ اب مومن
کو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کی رغبت
کرے اور میں تو مرنے میں اپنی سعادت سمجھتا
ہوں اور ظالموں کے ساتھ جینے کو جرم۔

«خسیس» احیاء العلوم میں غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے «مجمع الزوائد» سے اس کی تصحیح کی ہے

www.alhaq.com

یہ ہے یزید کے دورِ حکومت کا نقشہ جس کی تصویر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی مختصر مگر جامع تقریر میں کھینچ کر رکھ دی ہے اب یہ گتھی غزالی یا ان کے پرستار خود حل کریں کہ جس قوم نے حضرت حسین رضہ کا محاصرہ کیا تھا وہ یزیدی فوج نہیں بلکہ جنات و شیاطین تھے۔ اور ابن خلقانؒ[1] قاف سے نہیں بلکہ کاف سے "ابن خلکان" ہے

امام کیاہراسی کا فتویٰ کہ یزید ملعون ہے

اسی تاریخ ابن خلکان" میں امام غزالیؒ کے فتوے کے ساتھ ان کے استاد ہجالی شمس الاسلام امام ابوالحسن علی بن محمد طبری الملقب عماد الدین المعروف بالکیاہراسی رحۃ کے بارے میں خود مورخ ابن خلکان نے حافظ عبدالغافر فارسی سے نقل کیا ہے کہ وکان ثانی الغزالی اے غزالی ثانی تھے اکا یہ فتویٰ بھی منقول ہے کہ:

وسُئل الکیا ایضاً عن یزید بن معاویة فقال انه لم یکن من الصحابة لانه ولد فی ایام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ واما قول السلف فی لعنہ ففیه لاحمد قولان تلویح وتصریح ولمالك قولان تلویح وتصریح ولابی حنیفة قولان تلویح وتصریح ولنا قول واحد التصریح دون التلویح

الکیا سے بھی یزید بن معاویہ کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا تھا انہوں نے فرمایا کہ یزید صحابی نہیں تھا کیونکہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ[2] کے ایام خلافت میں پیدا ہوا تھا رہا سلف کا قول اس پر لعنت کے بارے میں تو امام احمد کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک میں اس کے ملعون ہونے کی طرف اشارہ ہے دوسرے میں اس کی تصریح ہے اور امام مالک کے بھی دو قول ہیں ایک میں اس پر لعنت کا اشارہ دوسرے میں تصریح ہے اور

---

[1] ہمارے پاس جو استفتاء آیا اس میں قاف سے ہی مرقوم ہے۔ [2] "تاریخ ابن خلکان" اب تک چار بار طبع ہو چکی ہے ایک دفعہ ایران میں اور تین دفعہ مصر میں۔ اس کے تمام مطبوعہ نسخوں میں "عمر بن الخطاب" ہی مذکور ہے۔ لیکن علامہ کمال الدین دمیری نے "حیوۃ الحیوان" میں زیر عنوان "فہد" اور مورخ ابوالعباس قرمانی نے "اخبار الدول" (ص ۱۳۰) میں اس فتویٰ کے جو الفاظ ذکر کیے ہیں ان میں "عمر بن الخطاب" کی بجائے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔

www.drlehaq.com

لعنت بر خصوص شخصے اگرچہ کافر بود
جائز نہ دارند چہ دانی کہ عاقبت کار او
با یمان وسعادت بود، مگر آنکہ بہ
یقین معلوم شد کہ مرت وے بر کفر و
شقاوت است، تا آنکہ بعض در یزید
شقی نیز توقف کنند وبعض براہ غلو و
افراط در شان وے مبالات وے روند
وگویند کہ وے بعد ازاں کہ باتفاق مسلمانان
امیر شدہ اطاعت وے بر امام حسین واجب
شد نعوذ باللہ من ہذا القول
ومن ہذا الاعتقاد کہ وے با وجود امام
حسین امام امیر شود واتفاق مسلمانان
بر وے کے شد جمعے از صحابہ کہ در زمان او
بودند واولاد اصحاب ہم منکر و خارج
از اطاعت او بودند لم جماعۂ از مدینہ
مطہرہ بشام نزد وے کرہاً و جبراً رفتند
وادِ جائزہائے سنی داد لطفے یعنی نزد
ایشان نہادہ، بعد ازاں کہ حال قباحت
مآل او را دیدند بمدینہ باز آمدند و
خلع بیعت او کردند و گفتند کہ وے
عدو اللہ وشارب خمر و تارک صلوٰۃ و زانی

ہیں کیونکہ مومن کا کام لعنت کرنا نہیں
وہ کسی بھی مخصوص شخص پر اگرچہ وہ کافر ہی
کیوں نہ ہو لعنت کو روا نہیں رکھتے کیا
پتہ کہ اس کا انجام ایمان وسعادت پہ ہو
الا یہ کہ یقینی طور پہ یہ معلوم ہو کہ اس کی موت
کفر وشقاوت ہی پہ ہوئی ہے۔ حتی کہ بعض
حضرات یزید شقی کے بارے میں بھی توقف
کرتے ہیں اور بعض اس کی شان میں غلو اور
افراط کرتے ہیں اور اس کی دوستی کا دم بھرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ چونکہ مسلمانوں کے
اتفاق سے امیر بنا تھا۔ لہذا اسکی اطاعت
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر واجب تھی
ہم ایسی بات اور ایسے اعتقاد سے اللہ
تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ امام حسینؓ کے
ہوتے ہوئے وہ امام اور امیر ہو اس کے
امیر ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؟
صحابہ کی ایک جماعت جو اسکے زمانے
میں تھی اور صحابہ زادے بھی اسکی اطاعت
سے خارج اور اسکی خلافت سے منکر
تھے۔ ہاں مدینہ مطہرہ کی ایک جماعت
جبراً و کرہاً اسکے پاس شام گئی تھی اور

www.ahlehaq.com

فاسق و مستحل محارم است و بعضے دیگر گویند که وے امر بقتل آنحضرت نکرده و بداں راضی نبود و بعد از قتل وے اہل بیت وے مسرور و مستبشر نشده و ایں سخن نیز مردود و باطل است چه عداوت آں بے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار وے بقتل ایشاں و اذلال و اہانت او مر ایشاں را بحد تواتر معنوی رسیده است و انکار آں تکلف و مکابره است و بعضے دیگر گویند که قتل امام حسین گناه کبیره است چه قتل نفس مومن بنا حق کبیره است و کفر و لعنت مخصوص بکافراں است و لیت شعری که ارباب ایں اقاویل با احادیث نبوی که ناطق اند بانکه بغض و عداوت و ایذا و اہانت فاطمه و اولاد او موجب بغض و ایذا و اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است چه مے گویند و آں سبب کفر و موجب لعن و خلود نار جہنم است بلا شک بموجب آیت انّ الذین یؤذون

یزید نے ان کو بڑے بڑے انعام اور لذیذ دعوتوں سے نوازا بھی لیکن یہ حضرات جب اس کا حال تباہ حال دیکھ کر مدینہ منورہ واپس ہوئے تو اس کی بیعت توڑ دی اور صاف بتادیا کہ وہ دشمن خدا تو مے نوش تارک صلوٰۃ، زانی، فاسق اور محرمات ابدی کا حلال کرنے والا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے آنحضرتؓ کے قتل کا حکم ہی نہیں دیا اور نہ وہ آپ کے قتل پر راضی تھا اور آپ کی اور اہل بیت کی شہادت پر خوش ہوا اور نہ کوئی کچھ اس نے خوشی کا اظہار کیا اور یہ بات بھی مردود و باطل ہے کیونکہ اہل بیت نبویؐ سے اس بدبخت کی عداوت اور ان حضراتؓ کے قتل پر اس کا خوشیاں منانا اور خاص طور سے ان حضرات کی تذلیل و اہانت کرنا تواتر معنوی کے درجہ تک پہنچ چکا ہے اور ان امور کا انکار محض بناوٹ اور سینہ زوری ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے کیونکہ کسی مومن کا ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے۔ اور کفر و لعنت تو کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور کاش مجھے پتہ چل جائے کہ یہ سب

www.ahlehaq.com

اللہ وَرَسُولَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ
فِی الدُّنیا وَالآخِرَۃِ وَ
اَعَدَّ لَہم عذاباً مہینا

ولبعض دیگر گویند کہ خاتمہ وے معلوم
نیست شاید کہ او بعد از ارتکاب آں کفر و
معصیت توبہ کردہ باشد و در نفس اخیر
بر توبہ رفتہ باشد و میل امام محمد غزالی
در احیاء العلوم بایں حکایت است
و بعض از علمائے سلف و اعلام امت
مثل امام احمد بن حنبل و امثال او
بر وے لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ
کمال شدت و عصبیت در حفظ سنت

باتیں بتانے والے ان احادیث نبوی کے
بارے میں کہ جو اس امر پر ناطق ہیں کہ حضرت
فاطمہؓ اور ان کی اولاد کی ایذا و اہانت
اور ان سے بغض و عداوت خود رسول اللہؐ
کی ایذا و اہانت اور آپ کے بغض کا موجب
کیا کہتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا بموجب آیت
ان الذین الخ بے شک جو لوگ ستاتے
ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا
اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ نے ان
کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ،
بلاشک سبب کفر ہے جس کی بنا پر لعنت اور
ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا واجب ہو جاتا ہے
اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یزید کے
خاتمہ کا پتہ نہیں شاید اس نے کفر و معصیت
کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لی ہو اور آخری
سانس میں توبہ ہی کی حالت میں گیا ہو
احیاء العلوم میں امام غزالی کا میلان بھی
اسی حکایت کی طرف ہے اور بعض علمائے
سلف و اعلام امت نے جیسے امام احمد بن
حنبل اور ان جیسے حضرات شامل ہیں یزید
پر لعنت کی ہے اور محدث ابن جوزی جو کہ

www.ahlehaq.com

و شریعت وارد، در کتاب خود لعنت وے
را از سلف نقل کردہ است و بعضے منع
کردہ اند و بعضے توقف ماندہ اند
(تکمیل الایمان ص: ۰ ۷ طبع مجتبائی دہلی)

جو سنت و شریعت کی پاسداری میں پوری
شدت و سرگرمی دکھاتے ہیں۔ اپنی کتاب میں
یزید پر لعنت کرنے کو سلف سے نقل کرتے
ہیں اور بعض منع کرتے ہیں اور بعض اس سلسلہ
میں توقف سے کام لیتے ہیں۔

لعن یزید میں اختلاف علما کی بابت شاہ عبد العزیز صاحب کی تحقیق

یزید پر لعنت کرنے نہ کرنے کے بارے
میں علماء میں جو اختلاف ہے اس کی وجہ
شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی

نیز فتاویٰ عزیزی میں یہ بیان فرماتے ہے۔
و در لعن یزید توقف از آں جہت
است کہ روایات متعارضہ و متخالفہ
از آں پلید در مقدمہ شہادت امام
علیہ السلام وارد شدہ از بعض
روایات رضا و استبشار و اہانت
اہل بیت و خاندان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مفہوم میگردد و کسیکہ ایں روایات
در نظر آنہا مرجح واقع شدہ حکم
بلعن او نمودند چنانچہ احمد بن حنبل و کیا ہراسی
از فقہائے شافعیہ و دیگر علمائے کثیر
و از بعضے روایات کراہت
ایں امر و عتاب بر ابن زیاد و اعوان او

"یزید پر لعنت میں توقف کی وجہ یہ ہے
کہ امام حسین رض کی شہادت کے بارے میں اس
پلید کے متعلق متضاد و مخالف روایتیں آئی
ہیں۔ بعض روایات سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ
کہ یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
خاندان اور آپ کے اہل بیت کی
اہانت پر شاداں و فرحاں تھا جن حضرات
کی نظر میں یہ روایات راجح قرار پائیں انہوں
نے اس پر لعنت کا حکم دیا چنانچہ امام احمد
بن حنبل اور فقہائے شافعیہ میں سے کیا ہراسی
اور دوسرے بہت سے علما کی یہی رائے ہے
اور بعض روایات سے اس امر کی کراہت اور
ابن زیاد اور اس کے اعوان و انصار پر غضب

www.ahlehaq.com

وندامت بریں کار کہ از دست او آب
او بوقوع آمدہ معلوم می شود کہ چوں
ایں روایات نزد ایشاں مرجح شد
از لعن او منع نمودند چنانچہ امام حجۃ
الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
ودیگر علمائے شافعیہ واکثر علمائے
حنفیہ و جماعتے از علما کہ نزد آنہا
ہر دو روایت متعارض شدند و ترجیح
یکطرف بر دیگر حاصل نشد بنا بر
احتیاط توقف نمودند ہمیں است
واجب بر علماء عند التعارض وھو
قول ابی حنیفہ آرے در لعن شمر و ابن
زیاد کہ رضا و استبشار آنہا بایں فعل
شنیع قطعی است من غیر التعارض
ہیچکس را دراں توقف نیست
(ج ۱ ص: ... طبع مجتبائی دہلی)

اور اس کام پر ندامت کہ جو اس کے نائبوں
کے ہاتھوں وقوع میں آیا معلوم ہوتا ہے
سو جن لوگوں کے نزدیک یہ روایتیں قابل
ترجیح ہوئیں۔ انہوں نے اس پر لعنت
کرنے سے منع کیا چنانچہ امام حجۃ
الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے
علمائے شافعیہ اور اکثر علمائے حنفیہ
ہیں کہ انکی رائے یہی ہے، اور علما کی ایک
جماعت کہ جن کے نزدیک دونوں روایتوں
میں تعارض تھا اور ایک طرف کی روایت
کو دوسری پر ترجیح حاصل نہ تھی انہوں نے
احتیاط کی بنا پر توقف کیا اور تعارض کے
وقت علما پر یہی واجب بھی ہے اور یہی
امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ ؎
ہاں شمر اور ابن زیاد پر لعنت
کرنے میں کہ ان کا اس فعل شنیع کے ارتکاب
پر راضی اور خوش ہونا روایات میں کسی قسم
کے تعارض کے بغیر قطعی طور پر معلوم ہے
کسی شخص کو توقف نہیں ہے

؎ غلط فہمی نہ ہو امام ابو حنیفہؒ سے یزید پر لعنت کے بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں بلکہ ان سے جو کچھ منقول ہے وہ تعارض روایات کے وقت توقف کا قول ہے یزید کے بارے میں خود ان کی تصریح آگے آ رہی ہے کہ اس پر لعن جائز ہے۔

www.dhlehaq.com

یزید پہ جب لوگوں نے پھٹکار کی تو قتل حسین پر اظہار ندامت کیا

اگرچہ ہمارے نزدیک یزید کے بارے میں ان روایات میں جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں سرے سے کوئی تعارض ہے ہی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ پہلے یزید قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت خوش تھا بعد کو جب مسلمانوں نے ہر طرف سے اس پر لعنت اور پھٹکار شروع کی اور اہل اسلام کی نظر میں وہ حقیر ہونے لگا تو پھر اس نے اظہار ندامت شروع کر دیا چنانچہ حافظ سیوطی رح "تاریخ الخلفاء" میں لکھتے ہیں۔

ولما قتل الحسین وبنو ابیہ بعث ابن زیاد برؤسهم الی یزید فسر بقتلهم اولا ثم ندم لما مقته المسلمون علی ذالک وابغضه الناس وحق لهم ان یبغضوه (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۸)

جب حضرت حسین رض اور ان کے بھائی شہید کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے ان شہداء کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا۔ وہ اول تو اس پر بہت ہی خوش ہوا پھر جب مسلمانوں نے اس وجہ سے اس پر پھٹکار شروع کی اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے اظہار ندامت کیا اور مسلمانوں کو تو اس سے نفرت کرنا ہی چاہئے تھی۔

خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں بھی یزید ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہے چنانچہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں۔

وبعضے قتل انبیاء و پیغمبر زادها میانید مثل یزید واخوان او (ص ۳۰۰ طبع لکھنو ۱۳۳۵ھ)

اور بعض انبیاء اور پیغمبر زادوں تک کو قتل کر دیتے ہیں جیسے کہ یزید اور اس کے معنوی بھائی ہوئے ہیں۔

یزید پر لعنت کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ

اور یزید پر لعنت کے بارے میں بھی خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کی تحریر ہے وہ ان کے شاگرد مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی نے "تحریر الشہادتین" میں نقل کردی ہے فرماتے ہیں۔

دریں شکے نیست کہ یزید پلید آمر و راضی و مستبشر از قتل حسین بود و ہمیں است مذہب مختار جمہور اہل سنت و جماعت چنانچہ در کتب معتمدہ مثل "مفتاح النجا" میرزا محمد بدخشی و "مناقب السادات" ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی و "شرح عقائد نسفی" ملا سعد الدین تفتازانی و "تکمیل الایمان" شیخ عبدالحق محدث دہلوی و غیر آں از اسفار معتبرہ باشواہد و دلائل مذکور و مسطور است و لہٰذا لعن آں ملعون بہ حجج قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت کردہ اند و مختار راقم الحروف و اساتذہ صوری و معنوی ما ہمیں است کہ یزید آمر و راضی و مستبشر بقتل حسینؓ بود و مستحق لعنت ابدی و وبال نکال سرمدلیست و اگر تامل بکار رود قصر

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یزید پلید ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا اور یہی جمہور اہل سنت و جماعت کا پسندیدہ مذہب ہے۔ چنانچہ معتمد علیہ کتابوں میں جیسے کہ مرزا محمد بدخشی کی "مفتاح النجا" اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی "مناقب السادات" اور ملا سعد الدین تفتازانی کی شرح عقائد نسفیہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تکمیل الایمان اور ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابوں میں مع دلائل و شواہد مذکور و مرقوم ہے اور اسی لیے اس ملعون پر لعنت کے روا ہونے کو قطعی دلائل اور روشن براہین سے ثابت کر چکے ہیں۔ اور راقم الحروف اور ہمارے اساتذہ صوری و معنوی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے وہ بھی یہی ہے۔ کہ یزید ہی

www.ahlehaq.com

به مجبوری لعنت در حق آں ملعون تصور نیست
که مقصود بر آں نباید بود چنانچه
استاد البریه صاحب "تحفه
اثنا عشریه" علیه الرحمة در رساله "حسن
العقیده" در حاشیه که بر کلمه "علیه
ما یستحقه" تعلیق فرموده اند افاده
میفرمایند که "علیه ما یستحقه" کنایه
است از لعنت "والکنایة ابلغ من
التصریح" از قواعد مشهوره عربیت است
مع هذا در ابهام ما یستحقه تفخیم و
تشنیع است که در تصریح بلفظ لعنت
فوت میگردد، چنانچه در تفسیر
فغشیهم من الیم ما غشیهم
مذکور است پس حق اینست که اکتفا
بر نفس لعنت در حق یزید تقصیرات زیرا که
این قدر را جزاء مطلق قتل مومن مقرر
کرده اند قال الله تعالی ومن
یقتل مومنا متعمدا فجزاؤه
جهنم خالدا فیها وغضب
الله علیه ولعنه واعد له
عذابا عظیما۔
ویزید را دریں عمل زیاده نیست که غیر او

قتل حسین رضی کا حکم دینے والا اور اس پر راضی
اور خوش تھا۔ اور وہ لعنت ابدی اور وبال
نکال سرمدی کا مستحق ہے اور اگر ہو جائے
تو اس ملعون کے حق میں صرف لعنت ہی پر اکتفا
کرنا بھی ایسی کوتاہی ہے کہ اس پر بس نہیں
کرنا چاہیے۔ چنانچہ استاد البریہ صاحب
تحفہ اثنا عشریہ (شاہ عبد العزیز صاحب)
علیہ الرحمۃ نے رسالہ حسن العقیدہ کے حاشیہ
میں جملہ علیہ ما یستحقہ پر جو تعلیق (نوٹ)
سپرد قلم فرمایا ہے اس میں افادہ فرماتے ہیں کہ
ما یستحقہ لعنت سے کنایہ ہے اور یہ بات کہ
کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے عربیت کا
مشہور قاعدہ ہے اسی کے ساتھ ما یستحقہ
(یعنی جس کا وہ مستحق ہے) کے ابہام میں اس
پر تشنیع اور اس کی حد درجہ خرابی پنہاں ہے
وہ صراحتاً لعنت کے لفظ کے استعمال سے
فوت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آیت فغشیہم
من الیم ما غشیہم کی تفسیر میں اس
کا بیان آتا ہے اور حق یہ ہے کہ یزید کے حق
میں محض لعنت پر اکتفا کرنا کوتاہی ہے اسلئے
کہ اس قدر تو مطلق مومن کے قتل کی سزا مقرر کی گئی
ہے ارشاد الٰہی ہے اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو

www.ahlehaq.com

زیادت نماندہ و آں زیادت وجز باستحقاق
او حوالہ نتواں کرد کہ علم بشر از معرفت خصوصیت
آں عاجز است واللہ اعلم وعلمہ احکم
انتہی کلامہ الشریف (تحریر الشہادتین
ص: ۹۶-۹۷ مطبوعہ مطبع خیالی گنج
آغا جان لکھنؤ ۱۲۵۶ھ۔)

جان کر تو اسکی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اس میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب" اور یزید نے تو اس عمل کے ارتکاب میں وہ زیادتی کی ہے کہ جو دوسرے کو میسر ہی نہ ہو سکی، اس لیے اس زیادتی کو بجز اس کے استحقاق کے اور کسی امر پر حوالہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ انسان کا علم اس کے خصوصی استحقاق کی معرفت سے عاجز ہے واللہ اعلم وعلمہ احکم، یہاں حضرت شاہ صاحب کا ارشاد ختم ہوا۔

معلوم ہوا کہ کربلا میں جو مظالم کیے گئے ان کی بنا پر شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک "یزید" حق تعالیٰ کے اس قدر قہر و غضب کا سزاوار ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے اس پر لعنت کرنا تو کچھ بھی نہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کر کے اس کے بارے میں یوں کہنا چاہیے "علیہ ما یستحقہ" کیونکہ خدا کو ہی معلوم کہ وہ اس کے کس قدر غضب کا مستحق ہے۔

بعض لعنت کرنے سے اس لیے رکتے ہیں کہ کہیں اس کے گناہ کم نہ ہوں

اور بعض حضرات یزید پر اس لیے لعنت کرنا مناسب نہیں خیال کرتے کہ اس طرح تو اس کے گناہ اور کم ہوں گے چنانچہ مولانا غلام ربانی "ازالۃ الخطاء فی رد کشف الغطاء" میں لکھتے ہیں۔

وظاہر است کہ گفتن لعن وطعن موجب
سقوط وزر از ملعون میگردد لہٰذا زبان
بلعن آلودہ نمی کنند در مدح یزید پلید

اور ظاہر ہے کہ لعن طعن کرنے سے اس کے وبال میں کمی آتی ہے جس کے بارے میں لعن طعن کیا جاتا ہے.. لہٰذا زبان کو لعنت سے آلودہ

www.ahlehaq.com

را تخفیف و زر شمار ان نمی سازند بلکہ می خواہند ہمچنان حال و زر گراں بود مقصوف الحق باشد (ص ۳۵، ۳۶ طبع مطبع محب کشور جند میرٹھ ۱۳۹۱ھ)

نہیں کرتے اور تخفیف عذاب کے سبب یزید پلید کی روح کو شاد نہیں کرتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح گناہ کا بھاری بوجھ لادے لادے گرشکستہ رہے۔

بعض کے پیش نظر یہ مصلحت ہے کہ کہیں سلسلہ آگے تک نہ بڑھ جائے

اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں تصریح کی ہے کہ جو حضرات یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں ان کے پیش نظر یہ مصلحت بھی ہے کہ کہیں عوام یزید پر لعنت کرتے کرتے بزرگوں تک نہ پہنچ جائیں جیسا کہ رافضیوں کا شعار ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

فان قیل فمن علماء المذہب من لم یجوز اللعن علی یزید مع علمھم بانہ یستحق ما یربو علی ذالک ویزید قلنا تحامیا عن ان یرتقی الی الاعلی فالاعلی کما ھو شعار الروافض (ص ۳۰۷ ج ۲ طبع قسطنطنیہ)

پھر اگر کہا جائے کہ بعض علماء مذہب شافعی میں ایسے بھی ہیں کہ جو یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ ان کو علم ہے کہ وہ لعنت سے بھی بڑھ کر اور زیادہ وبال کا مستحق ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ منع کرنا اس احتیاط کی بنا پر ہے کہ کہیں یہ سلسلہ ترقی کرکے اعلیٰ سے اعلیٰ تک نہ پہنچ جائے جیسا کہ روافض کا شعار ہے۔

مگر جیسا کہ ہم نے سابق میں تحریر کیا ہے یزید کی فرد جرم میں صرف قتل حسینؓ کا اندراج نہیں بلکہ اس کے گناہوں کی فہرست بڑی طویل ہے آخر اس کے کس کس جرم کا انکار کیا جائے گا پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے ایک بار پھر پڑھ لیجئے معلوم

الذي في كفي اريد فشرب ثم قال له مسلم بن عقبة قم إلى ههنا فاجلس فاجلسه معه على السرير وقال له: ان امير المؤمنين اوصاني بك وان هولاء شغلوني عنك ثم قال لعلي بن الحسين لعل اهلك فزعوا فقال اي والله فامر بدابته فاسرجت ثم حمله عليها حتى ردّه إلى منزله مكرماً (البداية والنهاية ج ٨ ص ٢٢٠)

اور نہ اسے پی ہی سکتے تھے تب اس شقی نے آپکو بتلایا کہ اگر امیر المومنین تمہارا خیال رکھنے کی مجھے تاکید نہ کرتے تو میں تمہاری گردن مار دیتا اس کے بعد کہنے لگا اچھا اب تم پینا چاہتے ہو تو پی لو اور چاہو تو ہم تمہارے لیے اور منگا دیں۔ حضرت نے فرمایا بس جو میرے ہاتھ میں ہے وہی پینا چاہتا ہوں پھر ان سے کہنے لگا ادھر اُٹھکر بیٹھ جاؤ اور آپ کو اپنے پاس تخت پر بٹھالیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے تو مجھے تمہارے بارے میں تاکید کردی تھی مگر ان لوگوں نے مجھے مشغول رکھا کہ تمہاری طرف توجہ ہی نہ ہو سکی پھر حضرت سے کہنے لگا شاید تمہارے گھر والے تمہاری طرف سے پریشان ہوں حضرت نے فرمایا بخدا ایسا ہی ہے چنانچہ مسلم نے اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیا اور پھر اس پر سوار کر کے باعزت طور پر ان کو اپنے گھر پہنچا دیا۔

اہل شام کا حضرت زین العابدین کو ستانا

اور طبقات ابن سعد میں ہے

اخبرنا الفضل بن دكين قال: اخبرنا حفص عن جعفر عن ابيه ان علي

حضرت علی بن حسین کنکریاں مارنے کے لئے پیدل جایا کرتے منیٰ میں آپکا ایک مکان تھا

www.aqlehaq.com

بن حسین کان یمشی الی الجمار
وکان له منزل بمنی وکان اهل الشام
یؤذونه فتحول الی قرین الثعالب او
قریب من قرین الثعالب وکان
یرکب فاذا اتی منزله مشی الی
الجمار (ج ۵ ص : ۲۱۹
مطبوعه بیروت ۱۳۷۷ھ)

اہل شام آپ کو ستایا کرتے تھے اس لیے آپ
اپنے مکان سے قرین الثعالب یا اس کے
قریب اٹھ کر آ گئے اب آپ سواری پر آنے
لگے اور جب اپنے گھر پہنچتے تو پھر
کنکریاں مارنے کے لیے پاپیادہ
جایا کرتے۔

اھل بیت کی حق تلفی

اور اسی میں ہے۔

اخبرنا مالك بن اسماعيل قال:
حدثنا سهل بن شعيب النهمي و
كان نازلا فيهم يؤمهم عن ابيه
عن المنهال يعني ابن عمرو قال
دخلت على علي بن حسين فقلت كيف
اصبحت اصلحك الله؟ فقال ما كنت
أرى شيخا من اهل المصر مثلك
لا يدري كيف اصبحنا اما اذا لم
تدر او تعلم فسأخبرك اصبحنا في
قومنا بمنزلة بني اسرائيل في آل
فرعون اذ كانوا يذبحون ابناءهم
ويستحيون نساءهم واصبح شيخنا

سہل بن شعیب نہمی جو بنی نہم میں امامت
کرنے کی وجہ سے رہا کرتے تھے اپنے باپ شعیب
اور شعیب منہال بن عمرو سے روایت کرتے ہیں
کہ میں نے حضرت علی بن حسین کی خدمت میں
حاضر ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت
سے رکھے صبح کس حال میں ہوئی، فرمایا میں نہ
سمجھتا تھا کہ شہر میں آپ جیسا بزرگ بھی
یہ نہیں جانتا کہ ہم نے صبح کس حال میں کی اور
اور جب آپ یہ نہیں جانتے یا اس کا علم ہی
نہیں تو پھر میں اب بتائے دیتا ہوں کہ ہم نے
اپنی قوم کے ساتھ اس حال میں صبح کی جس طرح
بنی اسرائیل نے قوم فرعون کے ساتھ کی تھی

وسيدنا بتقرب إلى عدونا بشتمه
او سبه على المنابر واصبحت
قريش تعد ان لها الفضل على العرب
لان محمداً صلى الله عليه وسلم منها
لا يعد لها فضل الا به واصبحت
العرب مقرة لهم بذالك واصبحت
العرب تعد ان لها الفضل على العجم
لان محمداً صلى الله عليه وسلم منها لا
يعد لها فضل الا به واصبحت العجم
مقرة لهم بذالك فلئن كانت
العرب صدقت ان لها الفضل
على العجم وصدقت قريش ان لها
الفضل على العرب لان محمداً صلى
الله عليه وسلم منها ان لنا اهل
البيت الفضل على قريش لان محمداً
صلى الله عليه وسلم منا فاصبحوا
ياخذون بحقنا ولا يعرفون لنا حقاً
فهكذا اصبحنا اذ لم تعلم كيف اصبحنا
قال فظننت انه اراد ان يسمع
من في البيت .. .. ..

(ج ۵ ص ۲۱۹-۲۲۰)

کر وہ ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتے تھے اور
ان کی عورتوں کو جینے دیتے تھے اور آج شیخ
اور ہمارے سردار (حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ)
کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے کہ بر سرِ منبر ان
پر سب و شتم کر کے ہمارے دشمن کا تقرب
حاصل کیا جاتا ہے اور قریش نے اس حال
میں صبح کی کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو عرب پر
اسلئے فضیلت حاصل ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم قریشی ہیں اور ان کے بغیر ان کی
فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور اہل عرب نے
اس حال میں صبح کی کہ وہ بھی قریش کی اس
فضیلت کے معترف ہیں۔ نیز اہل عرب نے
اس حال میں صبح کی کہ وہ اہل عجم پر اپنی فضیلت
کو اسی لئے شمار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم عربی تھے اور آپ کے بغیر عرب کی
فضیلت شمار نہیں ہو سکتی۔ اور اہل عجم نے اس
حالت میں صبح کی کہ انہیں بھی عرب کی اس
فضیلت کا اعتراف ہے پس اگر عرب اس
دعوی میں سچے ہیں کہ ان کو عجم پر فضیلت ہے
اور قریش بھی سچے ہیں کہ ان کو عرب پر فضیلت
ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب

www.ahlehaq.com

بھی تھے اور قریشی بھی تو ہم اہل بیت کو بھی
قریش پر اسی لیے فضیلت ہے کہ حضرت محمد ﷺ
ہم میں سے تھے اب قریش (اس وقت کے حکمران
بنی امیہ مراد ہیں) نے اس حال میں صبح کی ہے کہ
خود تو ہمارا حق لے چکے ہیں مگر اپنے اوپر ہمارا کوئی
حق نہیں سمجھتے۔ اب سنو جب تمہیں یہ علم ہے کہ بھی
نہیں کہ ہم نے صبح کس حال میں کی تو اس حال میں کی
ہے منہال کا بیان ہے کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ
حضرت ان لوگوں کو سنا رہے تھے جو اس وقت
گھر میں آئے ہوئے تھے۔

دسواں شبہ

یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اموی سادات سے ہوتی رہی ہیں۔

اس شبہ کا جواب

واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد میں کوئی رشتہ نہیں ہوا

یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد کے درمیان کوئی رشتہ مناکحت قائم نہیں ہوا کتب تاریخ و انساب کا پر ہونا تو بڑی بات ہے اس سلسلہ میں ایک قرابت کا ذکر بھی کتب تاریخ و انساب سے ثابت نہیں محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کی بہت سی قرابتوں کا ذکر کیا ہے لیکن اس سلسلہ میں ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے اور امویوں کو سادات میں شامل کرنا ناقبیت ہے امویہ کا شمار اہل بیت میں نہیں ہے۔

عبدالملک کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا

یہ بھی واضح ہے کہ بنو امیہ اور بنی ہاشم

www.ahlehaq.com

کے بہت سے خاندان تھے عبدالملک مروانی جب تخت حکومت پر براجمان ہوا تو اس نے یزید کے زوال سے عبرت پکڑ کر حجاج بن یوسف کو یہ تاکید کر دی تھی کہ بنو ہاشم سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا جائے کیونکہ آل ابی سفیان نے جب ان پر زیادتی کی تو ان پر زوال آ گیا چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

فان الحجاج مع کونہ مبیراً سفاکاً للدماء قتل خلقاً کثیراً لم یقتل من اشراف بنی ہاشم احداً قط بل سلطانہ عبدالملک بن مروان نہاہ عن التعرض لبنی ہاشم وہم الاشراف وذکر انہ اتی الی بنی الحرب لما تعرضوا لہم یعنی لما قتل الحسین ابن منہاج السنہ ج ۲ ص ۳۰۳ (ابن تیمیہ ج ۲ ص، ۳۰۳)

بلاشبہ حجاج نے باوجودیکہ وہ بڑا ہلاکو اور سخت خونریز تھا اور اس نے ایک خلق کثیر کو قتل کر دیا تھا تاہم اشراف بنی ہاشم میں کبھی کسی کو قتل نہ کیا بلکہ اس کے سلطان عبدالملک نے بنی ہاشم سے جو اشراف کہلاتے ہیں کسی قسم کا بھی تعرض کرنے سے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ بنو حرب نے جب ان سے تعرض کیا تو ان کی شامت آ گئی مطلب یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کو جب قتل کیا تو ان پر ادبار آ گیا۔

اس لیے بنو ہاشم اور بنو مروان میں اگر تعلقات قرابت بعد میں بھی قائم رہے اور ایک دوسرے سے رشتہ مناکحت کا سلسلہ چلتا رہا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے جو یزید کے مظالم کے مروانی بھی اقراری تھے۔

گیارھواں شبہ

یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد کوفے کے شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسینؓ کو یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا اور جب آپ نے یہ جان لیا کہ یزید کی بیعت پر تمام امت

متفق ہے تو آپ اپنے ارادہ سے دست بردار ہو گئے۔

اس کا جواب

یہ ہے کہ یہ محض ہرزہ سرائی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ ابن الاثیر الاصابہ لابن حجر اور تاریخ الخلفاء یہ سب کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان میں کہیں یہ مذکور نہیں جو مستفتی نے سوال میں ذکر کیا ہے

کیا العیاذ باللہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض ننھے نادان عقل سے کورے احکام شرع سے بالکل ناواقف اور دینی تقاضوں سے سرے سے ناآشنا تھے کہ سائل کو تو اس حقیقت کا پتہ چل گیا مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور ان شریر النفس لوگوں کے بہکانے میں آکر جن کے

"نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوتے اور کبھی جنگ جمل و صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حسن رضی اللہ کی کردار کشی سے بھی انہیں کے نامہ اعمال سیاہ اور دامن داغدار ہیں۔"

آپ نے یہ باور کر لیا کہ امیر یزید امت کے متفق علیہ خلیفہ نہیں اور پھر ان کے خلاف خروج پر آمادہ ہو گئے سبحان اللہ اس سے زیادہ اور کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیر و تجہیل ہو سکتی ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ نہ صرف حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے بعد ساری امت اسلامیہ پر آج تک یہ حقیقت منکشف ہی نہ ہو سکی جو مستفتی پر واضح ہوئی ہے نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات جھوٹ بولنے کی حد ہو گئی۔

فاروق اعظم کی شہادت میں کسی کوفی کا ہاتھ نہ تھا!

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں کسی

کوفی کا اقدام تھا، محض جھوٹ ہے نہ ان کی شہادت کسی سازش کے تحت عمل میں آئی ان کی شہادت کے بارے میں سازش کا افسانہ موجودہ دور کے ملحد سبائیوں کے ذہن کا ساختہ و پرداختہ ہے اس کی تفصیل کے لیے ہمارے رسالہ اکابر صحابہ پر بہتان کا مطالعہ کرنا چاہیے

بعض غلط باتوں پر تنبیہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین میں بھی کسی کوفی کا نام نہیں لیا جاتا محاصرین میں بھی اکثریت اہل مصر کی تھی جنگ جمل و صفین میں کیا طرفین سے سارے صحابہ کرام (نعوذ باللہ) دیوانے ہو گئے تھے کہ وہ بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان شریر النفس لوگوں کی شرارت کو بالکل نہ سمجھ سکے۔ اور قتل و قتال کا ہنگامہ کارزار جاری رکھا ایک ملحد تو ایسی بات سوچ سکتا ہے لیکن کسی مسلمان کا ذہن اس خرافات کو باور نہیں کر سکتا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی پکا خارجی تھا خارجیوں کا گروہ کوفہ نہیں نہروان تھا ابن ملجم قاتل علی کوفی نہیں مصری تھا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین و تکفیر میں خوارج اور نواصب پیش پیش رہے ہیں۔

یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کا اقدام للہ فی اللہ تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف اس کی نااہلی کی بنا پر دوسروں کے کہنے سے نہیں بلکہ دینی بصیرت کے مطابق محض للہ فی اللہ بغرض اعلاء کلمۃ اللہ تھا چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں

قسم خرجوا غضبا للدين من اجل جور الولاة وترك عملهم بالسنة النبوية فهؤلاء اهل الحق. ومنهم الحسين بن علي واهل المدينة في الحرة والقراء الذين	ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام کے ظلم و ستم اور سنت نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بنا پر دینی غیرت و حمیت میں نکلے یہ سب اہل حق ہیں اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اہل مدینہ جنہوں نے مقام حرہ میں جہاد کیا اور قراء کرام

خرجوا على الحجاج۔
(فتح الباری ص ۲۴۰ ج ۱۲ طبع مصر)

علماء جو حجاج کے خلاف نکلے سب کا شمار ان ہی اہل حق میں ہے

جن حضرات نے یزید و حجاج کے خلاف اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا

شرعی نقطہ نظر سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اصحاب حرہ سے یزید کا جنگ کرنا کسی طرح بھی قطعاً جائز نہیں تھا چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں رقمطراز ہیں

من خرج عن طاعة امام جائر اراد الغلبة على ماله او نفسه او اهله فهو معذور ولا يحل قتاله وله ان يدفع عن نفسه وماله واهله بقدر طاقته۔

وقد اخرج الطبري بسند صحيح عن عبد الله بن الحارث عن رجل من بني مضر عن علي وذكر الخوارج فقال ان خالفوا اماما عدلا فقاتلوهم وان خالفوا اماما جائرا فلا تقاتلوهم فان لهم مقالا

جو کسی ایسے حکمران کی اطاعت سے نکلے کہ جو ظالم ہو اور کسی شخص کے جان یا مال یا اہل وعیال پر غالب آنا چاہتا ہو تو ایسا شخص معذور ہے اور اس سے قتال حلال نہیں اور اس شخص کو اپنی طاقت کے مطابق اپنی جان مال اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے دفاع کا حق حاصل ہے

چنانچہ امام طبری نے بسند صحیح عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے اور وہ بنی مضر کے ایک شخص کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے جو خلیفہ کے خلاف خروج کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف خروج کریں تو ان سے قتال کرو اور اگر ظالم حکمران کی مخالفت کریں تو ان سے قتل و قتال نہ کرو کیونکہ ان کو کہنے کا حق حاصل ہے (اس لئے معذور ہیں)

www.ahlehaq.com

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وعلی ذالک یحمل ما وقع للحسین بن علی ثم لاهل المدینة فی الحرة ثم لعبد الله بن الزبیر ثم للقراء الذین خرجوا علی الحجاج فی قصة عبد الرحمن بن محمد ابن الاشعث والله اعلم

اور اسی صورت پر محمول ہوگا جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ پیش آیا اور پھر مقام حرہ میں اہل مدینہ کے ساتھ پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ اور ان علماء کے ساتھ کہ جنہوں نے عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث کے واقعہ میں حجاج کے خلاف خروج کیا تھا کہ ان سب حضرات کے قتال ناجائز تھا واللہ اعلم

(ج ۱۲ ص ۲۵۳ - ۲۵۴)

حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے حضرت حسین رضؓ کو چین سے بیٹھنے نہ دیا

چوتھے شبہ کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ خط جو یزید کے نام لکھا گیا تھا ذکر کیا جاچکا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید کے عمال نے حرمین میں چین سے بیٹھنے ہی نہ دیا مدینہ میں تھے تو بیعت یزید پر اصرار تھا مکہ معظمہ آگئے تو وہاں بھی یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کے نام خط لکھ کر اپنے قطعہ اشعار میں حضرت حسین رضؓ کو قتل کی دھمکی دی[1] حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے حرم مکہ میں خونریزی ہو اور حرم کی عزت خاک میں مل جائے[2]۔ اس لئے آپ نے کوفہ کا رخ کیا کہ وہاں آپ کے اعوان انصار تھے۔

جن حضرات نے کوفہ جانے سے حضرت حسین کو روکا بربنائے شفقت روکا

اور جن حضرات نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا وہ بھی بربنائے شفقت تھا نہ اس بنا پر کہ آپ کا یہ اقدام

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۶۳ [2] ایضاً ص ۱۶۴ و ۱۶۵

www.ahlehaq.com

نعوذ باللہ خلاف شرع تھا۔ ورنہ رد کرنے والے آپ سے صاف صاف کہہ دیتے کہ آپ مرتکب معصیت ہو رہے ہیں یزید جیسے خلیفہ برحق کے خلاف خروج کرنے سے آپ شرع کی رو سے باغی مباح الدم اور واجب القتل ہو جائیں گے۔ اس لیے خلیفہ برحق سے بغاوت کرنا آپ کے شایان شان نہیں غور فرمائیے یہ حضرات کوفیوں کی بے وفائی کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں مگر آپ کے اس اقدام کو گناہ قرار نہیں دیتے۔

کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے

کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے ان میں مخلصین کی کثیر جماعت تھی حضرت حسین رض کو مرتبہ شہادت پر فائز ہونا تھا اس لیے لاکھ جتن کیے جاتے ہونا وہی تھا جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت میں ازل سے شہادت مقدر تھی بہت سے صحابہ کرام رض نے آپ کی نصرت میں اپنی خدمات پیش کیں اور محاصرین سے جنگ کی اجازت مانگی تھا خیال ہوتا ہے کہ اگر محاصرین سے جنگ کی جاتی تو ان کا فرار پر قرار ضروری تھا لیکن آپ نے اسے پسند ہی نہ فرمایا اور آخر جو ہونا تھا ہو کر رہا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انجام سے ناواقف نہ تھے راہ حق میں شہادت مطلوب مومن ہے اس لیے آپ نے جو قرین مصلحت سمجھا اسی پر عمل کیا۔

کوفہ کی گورنری پر ابن زیاد کا تقرر اور حضرت حسین کی شہادت

کوفہ کے گورنر اس وقت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ یزید کو جیسے ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عازم کوفہ ہونے کی اطلاع ملی اس نے فوراً حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں کی گورنری سے معزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کو جو یزید کا چچازاد بھائی بتاتا تھا کوفہ کا گورنر بنا کر روانہ کر دیا۔ اس نے آتے ہی جو ظلم و ستم ڈھایا اس سے تاریخ کے اوراق پُر ہیں۔ بڑے بڑے سرکردہ لوگوں کو دار و رسن سے سر کیا۔ اور اسلام کو

جبر و قہر سے کوفہ کی چاروں طرف سے ناکہ بندی کر دی کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ہو، اور کوئی کہیں نہ جا سکے۔ صورتحال میں اس اچانک تبدیلی سے مخلصین کو آپ کی نقل و حرکت کی خبر نہ ملنے کے سبب مدد کا موقع نہ مل سکا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی کوفہ سے پچیس میل دور ہی تھے کہ ابن زیاد کے حکم سے راہ ہی میں حُر بن یزید تمیمی کے دستہ فوج نے جو ایک ہزار سواروں پر مشتمل تھا آپ کا محاصرہ کر لیا پھر عمر بن سعد کی سرکردگی میں مزید چار ہزار سپاہ روانہ کر کے پہلے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاروان کا پانی بند کیا پھر ان سب حضرات پر حملہ کر کے ان کو شہید کر ڈالا چنانچہ امام بخاریؒ "تاریخ صغیر" میں لکھتے ہیں۔

حدثنا موسیٰ ثنا سلیمان بن مسلم ابو المعلی العجلی قال سمعت ابی ان الحسین لما نزل کربلاء کان اول من طعن فی سرادقہ عمر بن سعد فرأیت عمر بن سعد وابنیہ قد ضربت اعناقھم وعلقوا علی الخشب ثم الھبت فیھم النار (تاریخ صغیر ص: ۷۵)

ہم سے موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم کو سلیمان بن مسلم ابو المعلی عجلی نے بتایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کربلا میں فروکش ہوگئے تو سب سے پہلے جس شخص نے ان کے سراپردہ میں نیزہ مارا وہ عمر بن سعد تھا پھر میں نے (کچھ عرصہ بعد یہ منظر بھی) دیکھا کہ عمر بن سعد اور اس کے دونوں بیٹوں کی گردنیں ماری گئیں اور انہیں شہتیروں پر لٹکا کر نذر آتش کر دیا گیا۔

اور ان سب شہدائے کربلا کے سر کاٹ کر انکو کوفہ روانہ کر دیا گیا۔

حضرت حسینؓ کے سر مبارک کے ساتھ ابن زیاد کی گستاخی ...

حضرت حسین کا سر مبارک جب عبید اللہ بن زیاد کے سامنے طشت میں رکھکر پیش کیا گیا تو اس ابن زیاد بدنہاد نے

آپ کے سر مبارک کے ساتھ جو گستاخی کی اس کی تفصیل صحیح بخاری میں ان الفاظ میں مذکور ہے۔

حدثنا محمد بن الحسین بن ابراھیم ثنا حسین بن محمد ثنا جریر عن محمد بن انس بن مالک قال اتی عبید اللہ بن زیاد برأس الحسین رض فجعل فی طست فجعل ینکت وقال فی حسنہ شیئاً فقال انس کان اشبھھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان مخضوباً بالوسمۃ

(صحیح البخاری ص: ۵۳۰ ج ۱)

محمد بن سیرین حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو وہ مردود چھڑی سے اس کو چھیڑتا رہا اور آپ کے حسن کے بارے میں بدزبانی کی اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر اس وقت وسمہ کا خضاب تھا۔

اور جامع ترمذی میں یہ روایت ان الفاظ سے آئی ہے

حدثنا خلاد بن اسلم البغدادی نا النضر بن شمیل نا ھشام بن حسان عن حفصۃ بنت سیرین قالت حدثنی انس ابن مالک قال کنت عند ابن زیاد فجئ برأس الحسین فجعل یقول بقضیب فی انفہ ویقول ما رأیت مثل ھذا حسناً لم یذکر قال قلت اما انہ

حفصہ بنت سیرین کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے لایا گیا تو وہ چھڑی سے آپ کی ناک کو چھیڑ کر بطور طنز کہنے لگا میں نے تو ایسا حسین ہی نہیں دیکھا پھر اس کے حسن کا کیوں چرچا ہے میں

www.dhlehaq.com

کان اشبھھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ھذا حدیث حسن صحیح غریب

(ج ۲ ص: ۲۱۹)

نے کہا خبردار! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی مشابہ تھے۔

عمرو بن سعد کا حشر

عمر بن سعد کا جو حشر ہوا وہ ابھی تاریخ بخاری کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے کہ وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد ہی قتل کردیا گیا اور پھر اس کی لاش کو آگ میں جلا دیا گیا یہ واقعہ ۶۶ھ کا ہے

ابن زیاد کے سر کے ساتھ کیا عبرتناک معاملہ ہوا

اور ۶۷ھ میں بروز عاشوراء ہی ابن زیاد بدنہاد بھی ابراہیم بن الاشتر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اسی قصر میں جہاں ۶۱ھ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اس کا سر ناپاک بھی رکھا گیا پھر اس کے سر پر جو بیتی وہ سننے کے لائق ہے امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں۔

عن عمارۃ بن عمیر قال لما جیء برأس عبید اللہ بن زیاد واصحابہ نضدت فی المسجد فی الرحبۃ فانتہیت الیہم وھم یقولون قد جاءت قد جاءت فاذا حیۃ قد جاءت تخلل الرؤس حتی دخلت فی منخری عبید اللہ بن زیاد فمکثت ھنیۃ ثم خرجت فذھبت حتی تغیبت ثم قالوا

عمارہ بن عمیر کا بیان ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر چوک کی مسجد میں بالترتیب رکھے گئے تو میں بھی وہاں پہنچا اس وقت لوگوں کی زبان پر تھا وہ آیا وہ آیا دیکھا تو ایک سانپ سروں میں سے گھستا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا پھر ذرا دیر رہ کر باہر نکل گیا اب پھر لوگوں نے کہنا شروع کیا وہ آیا وہ آیا غرض اس سانپ

www.ahlehaq.com

قد جاءت قد جاءت ففعلت ذالك مرتين او ثلاثا هذا حديث حسن صحيح (ج ٢ ص ٢١٩)

نے دو تین بار ایسا ہی کیا۔

یزید کا دنیا سے ناکام ونامراد جانا

اور یزید کا جو حشر ہوا وہ حافظ ابن کثیر کے الفاظ میں یہ ہے۔

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لمسلم بن عقبة ان يبيح المدينة ثلاثة ايام وهذا خطأ كبير فاحش مع ما انضم الى ذالك من قتل خلق من الصحابة وابنائهم وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدي عبيد الله بن زياد وقد وقع في هذه الثلاثة ايام من المفاسد العظيمة في المدينة النبوية ما لا يحد ولا يوصف مما لا يعلمه الا الله عز وجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطيد سلطانه وملكه ودوام ايامه من غير منازع فعاقبه الله بنقيض قصده وحال

یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ کہکر کہ وہ تین دن تک مدینہ نبوی میں قتل وغارتگری جاری رکھے بڑی خطا فاحش کی یہ بڑی سخت اور فحش غلطی ہے اور اس کے ساتھ صحابہ اور صحابہ زادوں کی ایک خلقت کا قتل عام اور شامل ہو گیا اور سابق میں گذر چکا کہ حضرت حسین اور ان کے اصحاب عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کروا لئے گئے مدینہ منورہ میں ان تین دنوں میں وہ وہ مفاسد عظیمہ واقع ہوئے کہ جو حد وحساب سے باہر ہیں اور بیان کئے ہی نہیں جا سکتے بس اللہ عز وجل ہی کو ان کا علم ہے یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر یہ چاہا تھا کہ اس کی سلطنت واقتدار کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس کے ایام حکمرانی کو بلا نزاع دوام حاصل ہو مگر اللہ تعالی نے اس کے خلاف مراد اس

www.ahlehaq.com

بینہ وبین ما یشتہیہ فقصمہ
اللہ قاصم الجبابرۃ وَ اخذہٗ اخذ
عزیز مقتدر وکذلک اخذ ربک
اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان
اخذہٗ الیم شدید (ج ۸ ص ۲۲۲)

کو مرادوں اور اس کے اور اس کی خواہش کے
درمیان آڑے آگیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ
نے جو سب ظالموں کی کمر توڑ دیتا ہے اس کی
بھی کمر توڑ کر رکھ دی اور اسے اسی طرح دھر پکڑا
جس طرح کہ غالب اور با اقتدار پکڑا کرتا ہے
بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں بے شک اس
کی پکڑ دردناک ہے شدت کی۔"

اس کی نسل کا منقطع ہو جانا

اور خواجہ محمد پارسا محدث نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
فصل الخطاب میں فرماتے ہیں۔

روز طف باقی نماند از اولاد وے مگر
زین العابدین پس حق تعالیٰ از صلب وے
آنقدر کہ خواست از اہل بیت نبوت
بیرون آورد و در شرق و غرب منتشر گردانید
چنانچہ ہیچ ناحیہ و ہیچ شہرے از وجود
شان خالی نیست و نباشد واز یزید و
اخلاف او یک تن نگذاشت کہ خانہ
آباد ان کند و آتش افروزد و اللہ تعالیٰ
راست ترین گویندگان است بجیب
خود کہ فرمود اِنَّ شَانِئَكَ
هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ ملاحظہ ھو

کربلا کے دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ
میں بجز حضرت زین العابدین کے کوئی مرد
باقی نہ بچا پھر حق تعالیٰ نے آپ کی پشت سے
خاندان نبوت کے جتنے افراد کو بھی پیدا کرنا
چاہا پیدا فرمایا اور ان کو مشرق و مغرب میں
پھیلا دیا چنانچہ کوئی نواح اور کوئی شہر ایسا
نہیں کہ جو ان حضرات کے وجود سے خالی ہو اور نہ
کبھی خالی ہوگا اور یزید اور اس کی نسل سے
ایک شخص کو بھی تو باقی نہ چھوڑا کہ جو گھر کو آباد
رکھتے اور اس میں دیا جلا سکے (ذکر کو نام لیوا
رہا نہ پانی دیا) اور اللہ تعالیٰ سب سے سچے

الفرع النامی من الاصل السامی از نواب صدیق حسن خان (ص : ۵۰ طبع نظامی کانپور) کہ جد نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا دم کٹا۔

یہ صحیح نہیں کہ اخیر وقت میں حضرت حسین یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے

اور ہمارے نزدیک یہ بات بھی محل نظر ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخیر وقت میں عمر بن سعد کے سامنے جو تین شرطیں رکھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ مجھے دمشق بھیجدیا جائے تاکہ میں اپنے ابن عم (چچا زاد بھائی امیر یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر معاملہ اس طرح طے کروں جس طرح میرے بھائی حسن نے امیر معاویہ کے ساتھ کیا تھا۔ سائل نے "فاضع یدی فی یدہ" کے الفاظ تو نقل کیے بقیہ الفاظ تاریخ کی کس کتاب میں منقول ہیں۔

اس روایت کے اعتبار سے تفصیلی بحث

یہاں سب سے پہلے غور طلب بات یہ ہے کہ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے کسی دور میں بھی یزید کی خلافت منعقد ہونے پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔؟

سب سے پہلے جب یزید کی ولیعہدی کی تقریب عمل میں آئی تو کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسکی ولی عہدی کی بیعت کی اور اسکو درست بتایا پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر یزید کے عامل مدینہ ولید بن عتبہ نے اپسے بیعت کا مطالبہ کیا تو کیا آپ نے اس مطالبہ کو منظور فرمایا ہے کیا آپ نے مدینہ طیبہ کو صرف اسی بنا پر خیر باد نہیں کہا کہ یزید کے مقرر کردہ عامل مدینہ کی طرف سے اس سلسلہ میں آپ پر ناجائز دباؤ ڈالا جا رہا تھا؟ کیا آپ اسی وجہ سے وہاں سے چل کر حرم مکہ میں نہیں آگئے تھے؟ حرم مکہ میں بھی آپ نے یزید کی بیعت پر کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اظہار رضامندی کیا تھا؟ پھر اخیر وقت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت پر

کس طرح راضی ہو سکتے تھے جبکہ وہ اس بیعت کو بیعت ضلالت بھی سمجھتے تھے چنانچہ حافظ ابن حزم ظاہری "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" میں رقمطراز ہیں۔

اذ رأی انها بیعة ضلالة (ج ۴ ص ۱۰۵) حضرت کی رائے یہ تھی کہ اس کی بیعت بیعت ضلالت ہے۔

آپ کا اخیر خطبہ جو آپ نے میدان کربلا میں دیا آپ کے موقف کو صاف بتا رہا ہے یہ خطبہ احیاء العلوم امام غزالی کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا حضرت ابن عباس رض کا وہ خط بھی پڑھ لیجئے جو آپ نے یزید کے نام لکھا تھا اور جو سابق میں تاریخ الکامل ابن اثیر کے حوالہ سے ہم نقل کر چکے ہیں ان میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ اپنے موقف سے رجوع کر کے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے راضی ہو گئے تھے حالانکہ یہ دونوں مواقع ایسے تھے کہ جہاں ایسی اہم بات کا ذکر ضروری تھا پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء یا حضرات انصار مدینہ میں سے کسی ایک فرد نے بھی جب سے وہ یزید کے خلاف کھڑے ہوئے کبھی اپنے موقف سے رجوع کیا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے۔ حضرت آں عزم وہمت اور عزیمت کے اعتبار ان سب حضرات سے برتر اور بڑھکر تھے۔ اور کمالات وفضائل کے اعتبار سے اپنے تمام معاصرین میں اس وقت کوئی ان کا ہمسر نہ تھا وہ بھلا کس طرح اپنے صحیح موقف سے رجوع فرما سکتے تھے وجہ یہ ہے کہ ان حضرات صحابہ وتابعین کے نزدیک یزید کی شخصیت ناپسندیدہ تھی چنانچہ حافظ ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں۔

انما انکر من الصحابة رضی الله عنهم ومن التابعین بیعة یزید بن معاویة والولید وسلیمان لانهم کانوا

صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ، ولید اور سلیمان کی بیعت سے انکار فرمایا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ

www.ahlehaq.com

غیر مرضیۃ الفصل ج ۴ ص ۱۶۹ طبع مصر ۱۳۲۱ھ — شخصیتیں تھیں

نتیجہ ظاہر ہے کہ یزید نے اپنی حرکات سے توبہ کی، نہ ان حضرات میں سے کسی نے اس سے بیعت کا ارادہ فرمایا، بہرحال اگر اہل سنت کی کتابوں میں یہ روایت حاضرین واقعہ سے بسند صحیح مذکور ہو تو ضرور پیش کی جائے ہم بصد شکریہ اس تحقیق کو قبول کریں گے

حضرت حسین رض کا شمار نجباء صحابہ میں ہے

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار صحابہ کرام رض کے اس اعلیٰ طبقے میں ہے جن کو حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے "نجباء" (خاص برگزیدہ اصحاب) اور "رقباء" (جو آپ کے احوال کے نگران ہوں) میں داخل فرمایا ہے

چنانچہ جامع ترمذی میں۔

عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل نبی سبعۃ نجباء رقباء واعطیت انا اربعۃ عشر قلنا من ہم؟ قال انا وابنای وجعفر وحمزۃ وابوبکر وعمر ومصعب ابن عمیر وبلال وسلمان وعمار وعبداللہ ابن مسعود وابوذر والمقداد رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۵۸۰ ج ۲)

حضرت علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو سات نجباء و رقباء ملے ہیں اور مجھے حق تعالیٰ نے چودہ عنایت فرمائے ہیں، ہم نے عرض کیا یہ کون کون حضرات ہیں آپ نے فرمایا میں (یعنی حضرت علی) اور میرے دونوں بیٹے (حسن و حسین) جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

"نجیب" کے معنی برگزیدہ اور "رقیب" کے معنی نگران احوال کے ہیں۔ شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات" میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

www.ahlehaq.com

ازیں معلوم میشود کہ دریں چہاردہ عجیب نجابت در رقابت خصوصیتے است کہ در دیگران نیست	اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چودہ کے چودہ بزرگوں کو نجابت در رقابت کے اعتبار سے وہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ علی و حسین اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے

اب غور فرمایئے کہ جو حضرات شرف نجابت سے ممتاز ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات کے نگران ہوں ان کے مزاج شناس نبوت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ ان حضرات کا جو اقدام بھی ایسے مواقع پر ہوگا وہ جادہ شریعت سے ذرا بھی ادھر اُدھر نہیں ہو سکتا اس لیے حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے وقت میں مخالفین کے ساتھ جنگ و صلح کا جو اقدام بھی کیا وہ امت کے عین مفاد میں تھا اور تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف بالکل صحیح تھا چنانچہ علامہ عبدالحی بن العماد حنبلی شذرات الذہب میں لکھتے ہیں۔

والعلماء مجمعون علی تصویب قتال علی لمخالفیہ لانہ الامام الحق ونقل الاتفاق ایضا علی تحسین خروج الحسین علی یزید وخروج ابن الزبیر واھل الحرمین علی بنی امیہ وخروج ابن الاشعث ومن معہ من کبار التابعین وخیار	اور علما کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مخالفین سے قتال کرنے میں حق پر تھے کیونکہ آپ خلیفہ برحق تھے نیز اس پر بھی اتفاق منقول ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خروج یزید کے خلاف اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اہل حرمین کا بنی امیہ کے خلاف اور ابن الاشعث

المسلمين على الحجاج ثم الجمهور راؤا جواز الخروج على من كان مثل يزيد والحجاج ومنهم من جوز الخروج على كل ظالم (ج ۱ ص ۹۸ طبع مصر ۱۳۵۰ھ)

اور ان کے ساتھ کبار تابعین اور بزرگان مسلمین کا خروج حجاج کے خلاف مستحسن تھا پھر جمہور علما کی رائے یہ ہے کہ یزید اور حجاج جیسے ظالم اور فاسق حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا جائز ہے اور بعض حضرات کا مذہب تو یہ ہے کہ ہر ظالم کے خلاف خروج کیا جا سکتا ہے

حسین اگر یزید کی بیعت پر راضی تھے تو پھر بیعت کیوں نہ کی ؟

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت پر آخر وقت میں راضی ہو گئے تھے تو پھر ان کو عمر بن سعد یا عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لینے سے آخر کونسا امر مانع تھا کیا وہ بھی العیاذ باللہ جب جاہ میں گرفتار تھے کہ صرف بادشاہ وقت ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اس کے عمال کے ہاتھ پر بیعت کرنا ان کی کسر شان ہے اسی طرح ایسی صورت میں خود یزید ہی عمال کو انہیں دمشق پہنچانے میں آخر کیا عذر تھا؟ اور جب یہ اطاعت کے لیے تیار تھے تو پھر انہیں ناحق قتل کرنے سے کیا فائدہ تھا۔؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] بیعت پر آمادہ تھے مگر عبیداللہ بن زیاد نے زبردستی آپ کو قتل کر دیا تو سوال یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد کو آخر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی کونسی ذاتی عداوت تھی جس نے ان لوگوں کو آپ کے قتل پر مجبور کیا تھا؟

اور اگر یہ لوگ اس قدر خود سر تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت پر آمادہ تھے مگر پھر بھی وہ ان کے قتل سے باز نہ آئے تو یزید کیا

برائے نام خلیفہ تھا کہ جو عضو معطل بنا بیٹھا تھا اور جو کچھ کرتے تھے اس کے عمال بد اعمال ہی کرتے تھے۔ اور اگر واقعہ میں یزید با اقتدار خلیفہ تھا اور اس کے منشا کے بغیر شہدائے کربلا کو قتل کیا گیا تو پھر اس نے اس بارے میں اپنے عمال سے باز پرس کیوں نہ کی؟

اتنی بحث درایت کے اعتبار سے اس روایت کے ناقابل قبول ہونے کے لیے کافی ہے جو مستفتی نے نقل کی ہے کہ "فاضع یدی فی یدہ" اور یہ کسی قابل وثوق سند سے ثابت بھی نہیں ہے

مزید برآں اس کے برخلاف عقبہ بن سمعان کی صاف تصریح کتب تاریخ میں موجود ہے چنانچہ حافظ عزالدین ابن الاثیر جزری اپنی تاریخ الکامل میں فرماتے ہیں.

وقد روی عن عقبة بن سمعان انه قال صحبت الحسین من المدینة إلی مکة ومن مکة الی العراق، ولم افارقه حتی قتل وسمعت جمیع مخاطباته الناس الی یوم مقتله فوالله ما اعطاهم ما یتذاکر به الناس من انه یضع یده فی ید یزید

(ج ۴ ص ۲۲، طبع مصر)

اور بلا شبہ عقبہ بن سمعان سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر ساتھ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے کہیں جدا نہ ہوا میں نے یوم شہادت تک آپ کی وہ تمام گفتگو سنی ہیں جو آپ نے لوگوں سے فرمائی ہیں۔ بخدا یہ بات آپ نے لوگوں کے سامنے رکھی ہی نہیں جس کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے اور اس سے بیعت کر لیں گے۔

یہ عقبہ بن سمعان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رباب کے غلام تھے

www.ahlehaq.com

عمر بن سعد نے غلام ہونے کے باعث ان کو زندہ چھوڑ دیا تھا[1]

خضری کی تحقیق

"محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ" کے مصنف محمد خضری کی تحقیق بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں

ولیس بصحیح انہ عرض علیھم ان یضع یدہ فی ید یزید فلم یقبلوا منہ ذلک العودۃ وعرضوا علیہ ان ینزل علی حکم ابن زیاد

ج ۲ ص ۱۲۸ طبع مصر

یہ بات صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدی لشکر کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ بیعت کے لیے یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے لیے تیار ہیں مگر ان لوگوں نے آپ کی یہ پیش کش قبول نہ کی اور آپ کے سامنے یہ بات رکھی کہ ابن زیاد کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کریں

غرض یہ دعویٰ کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر وقت میں یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے۔ نہ روایت کے اعتبار سے صحیح ہے نہ روایت کے اعتبار سے۔ اور جو اس امر کی صحت کا مدعی ہو۔ اس کو چاہیے کہ وہ اس بارے میں صحیح سند کے ساتھ کوئی روایت پیش کرے تاکہ اس کا مدعا ثابت ہو

---

[1] ملاحظہ ہو الکامل ج ۴ ص ۳۳)

بارھواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خروج بغاوت نہیں بلکہ ایک اجتہادی سیاسی خطاء تھی جس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا۔

اس شبہ کا جواب

یہ شبہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلوائیوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کر کے سیاسی غلطی کی تھی اور یہ خطاء آپکی اجتہادی تھی بہرحال بغاوت ہو یا اجتہادی سیاسی خطاء جب بقول مستفتی حضرت نے اپنے پہلے موقف سے رجوع فرما لیا تھا تو اب ان کو شہید کرنے کا کیا جواز تھا؟ اور خیر حضرت کو تو خاک بدہن گستاخ بقول مستفتی شریر النفس لوگوں نے امیر یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا تھا اور اس کا سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور ان کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا" مگر ان ناصبی قاتلانِ حسین کو خاندان نبوت کا چراغ گل کرنے کے لئے کس شیطان نے کہا تھا اور انہوں نے اپنا دین و ایمان کس خبیث کے کہنے میں آ کر برباد کیا؟ اس پر مستفتی نے کچھ روشنی نہ ڈالی۔

سبائی کون تھے

اور یہ ابیج بھی خوب ہے کہ اس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی ہے سبائیوں کو تو خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلا یا تھا۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ:۔

اتی علی رضی اللہ عنہ بزنادقۃ فاحرقھم
(ج ٢ ص ١٠٢٣)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ زنادقہ لائے گئے آپ نے ان کو نذر آتش کر دیا۔

یہ زنادقہ کون تھے ان کے بارے میں علامہ محمد بن یوسف کرمانی رحمہ اللہ الکوکب الدراری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام ابوالمظفر الاسفرائنی کی کتاب التبصرۃ سے ناقل ہیں۔

ھم طائفۃ من الروافض تدعی السبائیۃ ادعوا ان علیا الہ وکان رئیسھم عبداللہ ابن سبا وکان اصلہ یہودیا
(ج ٢٣ ص ٢٥ طبع مصر)

یہ روافض کا وہ گروہ تھا جس کو سبائیہ کہا جاتا ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ حضرت علی خدا ہیں ان کا سربراہ عبداللہ ابن سبا تھا جو اصل میں یہودی تھا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں لکھتے ہیں۔

واخبار عبداللہ بن سبا شہیرۃ فی التواریخ ولیست لہ روایۃ وللہ الحمد ولہ اتباع یقال لھم السبائیۃ یعتقدون الٰھیۃ علی بن ابی طالب وقد احرقھم علی بالنار فی خلافتہ
(ج ٣ ص ٢٨٩، ٢٩٠)

عبداللہ بن سبا کے واقعات تاریخ میں مشہور ہیں بحمداللہ اس سے کوئی روایت نہیں ہے اس کے متبعین کو سبائیہ کہا جاتا ہے یہ لوگ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کے قائل تھے ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلا دیا تھا۔

اب ذرا غور فرمائیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سبائیوں کے

www.ahlehaq.com

ساتھ جو عبرت انگیز معاملہ کیا وہ سب کچھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے سامنے ہوا پھر یہ کیسی لغو بات ہے کہ یہ سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے بعد بھی اِن سے دھوکہ کھانے کے لیئے خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو تجویز کیا ہے اس سے زیادہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور کیا غلط بیانی ہو سکتی ہے ناصبی اور رافضی دونوں کا شمار خلق خدا میں بدترین جھوٹ بولنے والوں میں ہے۔

یہ افترا ہے کہ کوئی سبائیوں نے لڑائی میں پہل کر کے صلح نہ ہونے دی

اور یہ قطعاً افترا ہے کہ یہ کوئی سبائیوں کی محض سوچی سمجھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے صلح کو پورا نہ ہونے دیا جائے۔ جنگ میں پہل کرنے والے ناصبی تھے سبائی نہیں۔ مستفتی نے ابن زیاد اور ابن سعد کے سبائی ہونے پر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ہاں اس دور کے ناصبی ملحدوں نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اب یہ جھوٹا، من گھڑت افسانہ تیار کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نہ صرف یزید کی بیعت پر بالکل تیار ہو گئے تھے بلکہ اس سے بیعت کرنے کے لیئے دمشق کی طرف بھی چل پڑے تھے اور عمر بن سعد حر بن یزید اور شمر ذی الجوشن اپنی اپنی سپاہ کے ساتھ قافلہ حسینی کی نگرانی کے لیئے ان کے ساتھ تھے جو مخدرات حرم کے احترام کی وجہ سے قافلہ سے پیچھے رہتے تھے کہ اسی اثنا میں ان سات کوفیوں نے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکے سے کربلا تک ساتھ رہے تھے ایک روز عصر کی نماز کے بعد موقع پا کر جھٹپٹے کے وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیمپ پر حملہ کر کے ان کو مع ان کے رفقاء کے اچانک شہید کر ڈالا اور پھر شمر اور عمر بن سعد کے

رستہ فوج نے ان قاتلوں کو پکڑ پکڑ کر قتل کر دیا" یہ وہ فسانہ ہے جو "مجلس عثمان غنی رضؓ" کے اراکین نے اپنے دل سے گڑھ کر "داستان کربلا" اور "حادثہ کربلا" نامی دو کتابچوں میں لکھ کر شائع کیا ہے اور پھر ان کو بار بار طبع کرا کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا ہے حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس کا ذکر صحیح تو درکنار کسی جھوٹی اور موضوع روایت میں بھی موجود نہیں، اس سے پہلے محمود احمد عباسی نے اس سلسلہ میں یہ داستان لکھی تھی کہ حضرت حسین رضؓ اور عمر بن سعد کے درمیان صلح کی گفتگو جاری تھی اور معاملہ باہمی طے ہونے کو تھا کہ جب مزید احتیاط کی غرض سے قافلہ حسینی سے ہتھیار لینے کا مطالبہ کیا گیا تو ان کوفیوں نے اور مسلم بن عقیل کی اولاد نے اچانک عمر بن سعد کی فوج پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس کی بنا پر عمر بن سعد کی فوج کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا پڑا" یہ دونوں باتیں محض جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ خدا تعالیٰ ان جھوٹوں کا منہ کالا کرے اس جھوٹ کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو ہمارے رسالہ "شہداء کربلا پر افتراء" کا مطالعہ کرنا چاہیے

صحابہ کی جماعت حضرت حسین کے موقف کی حامی تھی

اور یہ کہنا کہ کسی صحابی نے اس خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا حالانکہ اس وقت خاصی تعداد صحابہ کرام رضؓ کی موجود تھی بالکل غلط ہے صحابہ کرام رضؓ کی جو تھوڑی سی بہت تعداد اس وقت باقی رہ گئی تھی وہ آپ کے موقف کی حامی تھی چنانچہ حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں جہاں یہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرزدق شاعر کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت کے لیے

ترغیب دے کر روانہ کیا تھا وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں۔

قلت: هٰذا يدل على تصويب عبد الله ابن عمرو للحسين في مسيره وهو رأي ابن الزبير وجماعة من الصحابة شهدوا الحرة

(ج ۳ ص ۱۹۷ مطبوعہ مصر)

میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ کی مہم پر جانے کو صحیح سمجھتے تھے اور یہی رائے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کی تھی جو واقعہ حرہ میں شریک ہوئے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصریحات اس بارے میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں اور حافظ ابن کثیر رح "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں۔

بل الناس انما ميلهم الى الحسين لانه السيد الكبير وابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فليس على وجه الارض يومئذ احد يساميه ولا يساويه ولكن الدولة اليزيدية كانت كلها تناديه

(ج ۸ ص ۱۵۱)

بلکہ سب لوگوں کا میلان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرف تھا کیونکہ وہ سید کبیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان دنوں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو ان کے مماثل و مساوی ہو لیکن یزیدی حکومت سب کی سب آپ کی عداوت پر تلی ہوئی تھی۔

یہاں "الناس" کا لفظ قابل غور ہے کہ جس میں یزیدی ارکان سلطنت کے علاوہ اس عہد کے سارے ہی حضرات آجاتے ہیں اس لیئے یہ شبہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ رافضی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پیش کیا کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ اس وقت صحابہ کرام رضی سے بھرا ہوا تھا مگر کسی ایک صحابی رضی نے بھی اس وقت ان کا ساتھ نہ دیا آخر بہایت بے کسی کی حالت میں عین حرم نبوی میں گھر کے اندر گھس کر ان کو قتل کر ڈالا گیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ معظمہ سے نکلتے وقت یہ کس کو معلوم تھا کہ اسی سفر میں آپ کو منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں شہید کر ڈالا جائے گا۔

صحابی رسول کا معرکہ کربلا میں شہید ہونا

پھر بھی حضرت انس بن الحارث رضی اللہ عنہ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ ہی کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری "التاریخ الکبیر" میں فرماتے ہیں۔

انس بن الحارث قتل مع الحسین بن علی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم (قسم ثانی ج ۱ ص ۳۰ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

انس بن الحارث یہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ شہید ہوگئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے۔

احادیث کی رو سے حضرت حسین کے موقف کی صحت

حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس کا متن یہ ہے۔

ان ابنی یعنی الحسین۔ یقتل

میرا بیٹا حسین مقام کربلا میں قتل کیا

بارحتی یقتال بها کربلاء فمن شهد منکم ذالک فلینصره

جائے گا تم میں سے جو کوئی اس موقع پر موجود ہو اس کی مدد کرے

اسی حدیث کی بنا پر یہ صحابی معرکہ کربلا میں آپ کے ساتھ رہے اس روایت کو حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں امام بغوی کی معجم الصحابہؓ کے حوالے سے لبسند نقل کیا ہے (ج ۸ ص ۱۹۹)

اس روایت سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی صحت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی اور جیسا کہ سابق میں بھی گزرا۔ حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس امت کے "نجباء و رقباء" میں سے تھے اور اس منصب کی ذمہ داری تھی کہ امت میں جب بھی کوئی خرابی پیدا ہو یہ اس کا بروقت تدارک کریں خواہ اس سلسلہ میں جاہ کی قربانی دینی پڑے یا جان کی یا جان و مال دونوں کی اس لئے ان تینوں بزرگوں نے اپنے اپنے وقت میں اصلاح امت کے سلسلہ میں جو بھی قدم اٹھایا وہ عین رضاء الٰہی اور شریعت کے مطابق تھا اور حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ ان ہر سہ حضرات کا جنگ و صلح کے بارے میں جو اقدام بھی ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے عین مطابق ہوگا چنانچہ جامع ترمذی میں ہے۔

عن زید بن ارقم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لعلی وفاطمة والحسن والحسین انا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم
رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۷۰)

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرمایا "جو ان سے لڑے میری ان سے لڑائی ہے اور جو ان سے صلح کرے میری ان سے صلح ہے۔"

www.ahlehaq.com

اور "سنن ابن ماجہ" میں یہ روایت حضرت زید بن ارقم رضؓ سے باب فضائل الحسن و الحسین ابن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تحت ان الفاظ سے مروی ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی وفاطمۃ والحسن والحسین انا سلم لمن سالمتم وحرب لمن حاربتم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی فاطمہ حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا جن سے تم صلح کرو میری ان سے صلح ہے اور جن سے تمہاری لڑائی ہو ان سے میری لڑائی ہے۔

جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے علاوہ صحیح ابن حبان میں بھی حضرت زید ارقمؓ کی یہ روایت موجود ہے[خ] اور مسند احمد میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں آئی ہے کہ

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال نظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی علی والحسن والحسین وفاطمۃ فقال أنا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم (مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حسن، حسین و فاطمہ کی طرف دیکھ کر فرمایا "جو تم سے جنگ کرے ان سے میری جنگ ہے اور جو تم سے صلح کرے ان سے میری صلح ہے۔"

اس لیے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کو خطا کہنا بہت بڑی خطا ہے۔

اہل بیت سے جنگ کرنا باجماع اُمت مذموم ہے

اہل بیت سے جنگ کرنا ایسی مذموم حرکت ہے کہ جس کی مذمت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔

خ ملاحظہ ہو موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان "باب فضل اہل البیت"

چنانچہ محدث ملا علی قاری۔ مشکوٰۃ کی شرح "مرقاۃ میں لکھتے ہیں

ففضل أهل البيت و ذم من حاربهم امر مجمع عليه عند علماء السنة و اكابر ائمة الامة (ج ۱۱ ص ۳۸۷)

اہل بیت کی فضیلت اور ان سے جنگ کرنے والوں کی مذمت علماء اہل سنت اور اکابر ائمہ امت کے نزدیک متفق علیہ ہے

یزید کے بارے میں اس کے بیٹے کی شہادت

یزید کے بارے میں سب سے بڑی شہادت خود اس کے گھر والوں کی موجود ہے حقیقی بیٹے سے زیادہ باپ کے حالات سے اور کون واقف ہو سکتا ہے اور پھر بیٹا بھی وہ جو نہایت صالح ہو۔ اب دیکھئے معاویہ بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے باپ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں۔ یزید کے یہ سعادت مند بیٹے جب متولی خلافت ہوئے تو انہوں نے برسر منبر اپنے باپ یزید کے بارے میں جو اظہار خیال کیا وہ یہ ہے۔

تقلد الامر و كان غير اهله ونازع ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقصف عمره وانبتر عقبه وصار في قبره رهينا بذنوبه ثم بكى وقال ان من اعظم الامور علينا علمنا لسوء مصرعه وبئس منقلبه وقد قتل عترة رسول الله صلى الله عليه وسلم واباح الخمر

میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سے نزاع کی آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لیکر دفن ہو گیا یہ کہکر رونے لگے پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے (اور کیوں نہ ہو جبکہ

خرب الكعبة ولم اذق حلاوة
الخلافة فلا اتقلد مرارتها
شانكم امركم والله لئن كانت
الدنيا خيراً فقد نلنا منها حظاً
ولئن كانت شراً فكفى ذرية
ابی سفیان ما اصابوا منها
(الصواعق المحرقہ ص ۳۳۲ مطبوعہ مصر)

اس نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عترت کو قتل کیا شراب کو مباح
کر دیا بیت اللہ کو برباد کیا اور میں
نے خلافت کی حلاوت تو ہی نہیں چکھی
تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟
اس لیے اب تم جانو اور تمہارا کام
خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا
حصہ حاصل کر چکے اور اگر شر ہے تو جو
کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا سے
کما لیا وہ کافی ہے۔

یزید کے بارے میں ابن زیاد کی شہادت

اور یزید کے خاص الخاص شریک کار
اس کے برادر عمزاد (بشرطیکہ الحاق
زیاد صحیح ہو) عبیداللہ بن زیاد
کے الفاظ ملاحظہ ہوں جن کو امام اہل السنہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بسند
ذیل نقل فرمایا ہے

حدثنا ابن حميد قال: حدثنا
جرير عن مغيرة قال كتب يزيد
الى ابن مرجانة ان اغز ابن
الزبير فقال لا اجمعهما للفاسق
ابداً أقتل ابن بنت رسول الله
صلى الله عليه وسلم واغزو البيت

یزید نے ابن مرجانہ (عبیداللہ بن زیاد)
کو لکھا کہ جا کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے جنگ کرو تو ابن زیاد نے
کہا کہ میں اس فاسق (یزید) کی خاطر دونوں
برائیاں اپنے نامہ اعمال میں کبھی جمع نہیں
کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

www.ahlehaq.com

کے نواسے کو قتل کر چکا اب خانہ کعبہ پر بھی چڑھائی کردوں۔ مغیرہ کا بیان ہے کہ

قال وكانت مرجانة امرأة صدق فقالت لعبيد الله حين قتل الحسين عليه السلام ويلك ماذا صنعت وماذا ركبت
(تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۳ - ۴۰۴)

مرجانہ اس کی ماں بھلی عورت تھی جب عبید اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا تو اس نے اس سے کہا تھا کہ تجھ پر افسوس تو نے یہ کیا کیا اور کیا کر ڈالا۔

یزید کا فسق اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے

اس لیے علمائے اہل سنت والجماعۃ میں جو حضرات اکابر رحمۃ اللہ علیہ یزید پر لعن یا اس کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں وہ بلاوجہ نہیں کرتے۔ یزید کا فسق تمام اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے اس بارے میں دو رائے نہیں ہیں۔ اور کسی ناصبی کی بات اس سلسلہ میں درخور اعتنا نہیں البتہ اس کی تکفیر کے بارے میں اہل سنت میں اختلاف ہے امام صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی نے کیا خوب لکھا ہے۔

واما يزيد بن معاوية كان ظالماً ولكن هل كان كافراً تكلم الناس فيه بعضهم كفروه لما حكى عنه من اسباب الكفر وبعضهم لم يكفروه لانهم قالوا لم يصح منه تلك الاسباب ولا حاجة باحد الى معرفة حاله فان الله تعالى اغنانا عن ذالك (اصول الدين ص ۹۰ طبع مصر)

رہا یزید بن معاویہ وہ ظالم تھا لیکن آیا کافر بھی تھا یا نہیں اس بارے میں علماء میں گفتگو ہے بعض اس کو کافر بتاتے ہیں کیونکہ اس کے بارے میں وہ باتیں بیان کی جاتی ہیں جو کفر کا سبب بن سکتی ہیں اور بعض اس کی تکفیر نہیں کرتے وہ کہتے ہیں یہ باتیں صحیح نہیں اور کسی کو اس کا حال معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے مستغنی فرما دیا۔

بہرحال اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الوسع اس کی تکفیر سے گریز کیا جائے مگر بہر صورت اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جس کو علامہ ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ" میں بصراحت لکھا ہے کہ

وعلى القول بانه مسلم فهو فاسق شرير سكير جائر (ص ۱۳۲)

اور اس کو مسلمان کہنے کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ وہ فاسق تھا شریر تھا نشہ کا متوالا تھا ظالم تھا۔

یزید کی حمایت میں سرگرم ہو کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استخفاف کرنا ان کی شہادت کی اہمیت کو نظر انداز کرنا اور اس کی وقعت گرانا ایسی بیہودہ حرکت ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے

شہادت حسینؓ پر حضور علیہ السلام کا قلق

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام اور ملک القطر (بارش کا فرشتہ) کے ذریعہ اپنی حیات مبارکہ ہی میں ہو چکی تھی جب سے آپ کو سخت رنج و اضطراب ہوا تھا اور بعد وفات بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر آپ کے رنج و قلق اور سخت پریشانی و اضطراب کا ذکر احادیث میں وارد ہے چنانچہ

عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله انی رأيت حلماً منكراً الليلة

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا. یا رسول اللہ میں نے

www.ahlehaq.com

قال وما هو؟ قالت: انه شديد
قال وما هو؟ قالت رأيتُ
كأنّ قطعة من جسدك قطعت
ووضعت في حجري فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم رأيتِ
خيراً تلد فاطمة ان شاء الله
غلاماً يكون في حجرك فولدت
فاطمة الحسين فكان في حجري
كما قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم فدخلت يوماً
على رسول الله صلى الله عليه وسلم
فوضعته في حجره ثم كانت مني
التفاتة فاذا عينا رسول الله
صلى الله عليه وسلم تهريقان الدموع
قالت فقلت يا نبي الله بابي انت و
امي مالك قال اتاني جبريل عليه
السلام فاخبرني ان امتي ستقتل
ابني هذا فقلت هذا؟ قال نعم
اتاني بتربة من تربته حمراء

آج رات ایک برا خواب دیکھا ہے آپ نے
فرمایا کیا؟ عرض کیا بہت ہی سخت ہے
(بیان سے باہر ہے) آپ نے پھر فرمایا کیا
دیکھا ہے؟ عرض کیا میں نے دیکھا کہ
گویا کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ
کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تم نے تو بہت اچھا خواب دیکھا ہے
اللہ تعالیٰ نے چاہا تو فاطمہ کے لڑکا پیدا
ہوگا اور وہ بچہ تمہاری گود میں ہوگا
(چنانچہ ایسا ہی ہوا) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں
حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت
ہوئی اور وہ جیسا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے ارشاد فرمایا تھا میری گود میں آئے
پھر ایک روز میں انکو لیکر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئی
اور ان کو آپ کی آغوش میں دے دیا اتنے میں
میری توجہ ذرا دیر کے لیئے دوسری طرف
ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو رواں
تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں

باپ آپ پر نثار آپ کو کیا ہو گیا فرمایا
جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے
انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت میرے
اس بیٹے کو عنقریب قتل کر دیگی میں نے
عرض کیا اس کو فرمایا ہاں! اور مجھے ان کے
مقتل کی سرخ ریت بھی لا کر دی ہے

واضح رہے کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی اہلیہ محترمہ اور قدیم الاسلام صحابیہ ہیں صاحب مشکوٰۃ نے "اسماء رجال مشکوٰۃ" میں لکھا
ہے کہ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یہ مشرف باسلام ہو گئی تھیں

وعن ابن عباس انه قال
رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فیما یری النائم ذات یوم
بنصف النہار اشعث اغبر
بیدہ قارورۃ فیہا دم فقلت
بابی انت وامی ما ہذا؟
قال ہذا دم الحسین واصحابہ
ولم ازل التقطہ منذ الیوم
فاحصی ذالک الوقت فاجد
قتل ذالک الوقت رواہما
البیہقی فی دلائل النبوۃ واحمد
(الخیرات مشکوٰۃ ص ۵۷۲ ج ۲)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت ہے کہ میں نے ایک روز دوپہر کے
وقت خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اس حالت میں دیکھا کہ بال بکھرے ہوئے ہیں
چہرہ مبارک غبار آلود ہے اور آپ کے
دست مبارک میں ایک شیشی کی بوتل ہے
جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا
میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیا
حالت ہے؟ یہ بوتل کیسی ہے فرمایا
یہ حسین اور ان کے رفقا کا خون ہے جس کو آج
دن نکلے سے سمیٹ رہا ہوں ابن عباس کا بیان
ہے کہ اس وقت کو میں حساب لگاتا ہوں تو

www.ahlehaq.com

یہ وہی وقت تھا جس وقت ان کو شہید کیا تھا
ام الفضل اور ابن عباس دونوں کی روایتوں
کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے
اور امام احمد نے اپنی مسند میں اخیر کی روایت
نقل کی ہے۔

وعن سلمیٰ قالت دخلت علی
ام سلمۃ وھی تبکی فقلت ما
یبکیک؟ قالت رأیت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تعنی فی المنام وعلی رأسہ
ولحیتہ التراب، فقلت
مالک یا رسول اللہ؟
قال شھدت قتل الحسین
آنفا۔ رواہ الترمذی و
قال ھذا حدیث غریب
مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۷۰۔

اور حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان
کرتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی
کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا وہ
رو رہی تھیں میں نے عرض کیا آپ کیوں
روتی ہیں۔ فرمانے لگیں۔ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت
میں دیکھا ہے کہ آپ کی ریش اور سر مبارک
پر خاک پڑی ہوئی تھی میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ کو کیا ہو گیا فرمایا ابھی
ابھی حسین کو قتل ہوتے دیکھا ہے اس
روایت کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں
نقل کیا ہے۔

اب غور فرمائیں کہ احادیث کیا بتاتی ہیں مگر یہ ناصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
شماتت پر خوش اور مسرور ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طنز و طعن
اور ان کا استخفاف ان کا شیوہ ہے۔

www.dhlehaq.com

شہادتِ حسینؓ کے بارے میں ابنِ تیمیہؒ کا بیان

والحسین رضی اللہ عنہ اکرمہ اللہ تعالی بالشہادۃ فی ھذا الیوم واھان بذلک من قتلہ او اعان علی قتلہ او رضی بقتلہ، ولہ اسوۃ حسنۃ بمن سبقہ من الشھداء فانہ واخوہ سیدا شباب اھل الجنۃ وکان قد تربیا فی عز الاسلام لم ینالا من الھجرۃ والجھاد والصبر علی الاذی فی اللہ ما نالہ اھل بیتہ، فاکرمھما اللہ تعالی بالشہادۃ تکمیلاً لکرامتھما ورفعاً لدرجاتھما وقتلہ مصیبۃ عظیمۃ۔

(مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۵۱۱ مطبوعہ ریاض ۱۳۸۱ھ)

حافظ ابن تیمیہؒ نے خوب لکھا ہے کہ

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق تعالیٰ نے اس دن شہادت سے معزز ومکرم فرمایا اور اس لیے جس نے بھی ان کو قتل کیا یا ان کے قتل میں اعانت کی یا ان کے قتل سے راضی ہوا اس کی اہانت فرمائی حضرت تو اگلے شہدا کا اچھا نمونہ تھے کیونکہ بلاشبہ حضرت حسین اور ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں ان دونوں حضرات کی نشوونما چونکہ اس عہد میں ہوئی تھی جبکہ اسلام کا غلبہ تھا اس لیے دوسرے بزرگانِ اہلِ بیت کی طرح ان دونوں کو ہجرت جہاد اور راہِ خدا میں اذیت پر صبر کا وہ موقع نہ مل سکا جو ان حضرات کو ملا تھا لہٰذا حق تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو بھی مرتبۂ شہادت پر فائز فرما کر معزز فرمایا تاکہ ان کے اعزاز وتکریم کی تکمیل ہو اور ان کے درجات بلند ہو جائیں حضرت حسین

www.ahlehaq.com

کی نہارت بڑی عظیم مصیبت ہے۔

حضرت حسین سے حضور علیہ السلام کا محبت کرنا اور خلفاء ثلاثہ کا ان کا احترام کرنا

یہ ناصبی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا قدر کر سکتے ہیں ان کی قدر تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دل سے کوئی پوچھے حافظ ابن کثیر رح البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں۔

وقد ادرک الحسین من حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس سنین او نحوھا وروی عنہ احادیث .... وسنذکر ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرمھما بہ وما کان یظھر محبتھما والحنو علیھما والمقصود ان الحسین عاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ الی ان توفی وھو عنہ راض ولکنہ کان صغیراً ثم کان الصدیق یکرمہ ویعظمہ وکذالک عمر وعثمان، وصحب اباہ وروی عنہ وکان معہ فی مغازیہ کلھا فی الجمل وصفین وکان

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے پانچ سال یا اس کے لگ بھگ پائے اور آپ سے حدیثیں روایت کیں اور ہم عنقریب ذکر کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں بھائیوں کی کس طرح عزت افزائی فرمایا کرتے تھے اور ان دونوں کے بارے میں کس قدر محبت و شفقت کا اظہار فرماتے تھے اور مقصود تو یہ بتانا ہے کہ حضرت حسین رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک پایا تھا اور وفات نبوی تک آپ کی صحبت اٹھائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس جہان فانی سے رحلت فرمائی تو اس وقت آپ حضرت حسین رض سے خوش ہو کر گئے تھے لیکن یہ ابھی کم سن تھے پھر حضرت

www.ahlehaq.com

معظماً موقراً ولم يزل في طاعة ابيه حتى قتل (ج ۸ ص ۱۵۰)

صدیق اکبرؓ اور اسی طرح حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ان کا اکرام و تعظیم فرماتے رہے حضرت حسینؓ برابر اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے ان سے حدیثیں بھی روایت کیں اور تمام غزوات حیدری میں جن میں جمل و صفین بھی شامل ہیں حضرت علیؓ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے پس یہ ہر زمانے میں معظم و موقر تھے اور برابر اپنے والد ماجد کی اطاعت میں سرگرم رہے تا آنکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شہادت پائی۔

اس لیے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں وقعت دینا حد درجہ گستاخی و خیرہ چشمی ہے۔ اور اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے اللہ تعالیٰ اہل سنت کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے آمین

یاد رہے یزید کی مذمت میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں بعض میں صراحت کے ساتھ اس کا نام لیکر مذمت آئی ہے اور بعض میں اس کے عہد نحوست مہد کی نشاندہی کی گئی ہے اور بعض میں اس کی حرکات شنیعہ پر نکیر ہے اور بعض میں اس کے افعال قبیحہ پر لعنت کی تصریح ہے ان میں سے بعض حدیثوں کا ذکر سابق میں ہو بھی چکا ہے۔ ان احادیث کی تفصیل ہم ان شاء اللہ مستقل رسالہ میں قلم بند کریں گے واللہ الموفق

مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف فتویٰ کا انتساب مشکوک ہے

اور یہ جو مستفتی نے لکھا ہے کہ اس استفتاء کا جواب مذکورہ بالا امور کی تائید میں ۱۳ محرم ۱۳۸۵ھ میں

دارالعلوم کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی ماتحتی میں دیا جا چکا ہے کیا یہ صحیح ہے۔"

تو الحمد للہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا دارالعلوم بھی موجود ہے اور وہاں کا دارالافتاء بھی، وہاں سے دریافت کیا جا سکتا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان بالا سوالات مذکورہ کی تائید و تصحیح حضرت مفتی صاحب مرحوم کے قلم سے ہرگز نہیں ہو سکتی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا رسالہ "شہید کربلا" کہیں چھپا نہیں چھپا ہوا موجود ہے پڑھکر دیکھ لیجئے اس رسالہ کے مطالعہ سے ان سوالات کی تردید ہوتی ہے یا تائید ہے؟

یزید کے بارے میں مفتی صاحب کے اکابر کی تصریحات

بہر حال مفتی صاحب رحمہ کا انتساب علماء دیوبند کی طرف ہے وہ وطناً تلمذاً مشرباً مسلکاً دیوبندی ہی ہیں اکابر علماء دیوبند جن حضرات علماء کی طرف انتساب میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ان میں شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کے خلف رشید شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کی تصریحات یزید کے بارے میں ان اوراق میں ناظرین کی نظر سے گزر چکی ہیں۔

لعین یزید کے بارے میں مجدد الف ثانی کی تصریحات

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے معاصر اور شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے اکابر میں ہیں۔ یزید کے بارے میں ان کے مکتوبات شریف میں جو کچھ مرقوم ہے وہ یہ ہے۔

یزید بے دولت از زمرہ فسقہ است توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر

یزید بدنصیب فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس پر لعنت کرنے میں توقف

www.ahlehaq.com

اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ
کافر باشد تجویز لعنت نکردہ اند مگر آنکہ
بیقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی
لہب الجہنمی وامرأتہ نہ آنکہ او شایان
لعنت نیست ان الذین یوذون
اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی
الدنیا والآخرۃ دفتر اول
مکتوب ۲۵۱ حصہ چہارم
ص ۶۰ طبع مطبع مجددی امرتسر
۱۳۳۹ھ)

اہل سنت کے اس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ
کسی شخص معین پر اگرچہ وہ کافر ہی کیوں
نہ ہو لعنت تجویز نہیں کیا کرتے الا یہ کہ
بالیقین یہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص کا خاتمہ
کفر پر ہوا ہے جیسا کہ ابولہب جہنمی اور
اس کی بیوی تھی، یزید پر لعنت کرنے سے
توقف کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مستحق لعنت
نہیں ارشاد باری ہے کہ بے شک جو لوگ
اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان
پر اللہ نے دنیا میں بھی لعنت کی اور
آخرت میں بھی۔"

مکتوبات کے ایک دوسرے نسخے میں "از زمرہ فسقہ" کی بجائے "از سرہ فسقہ" کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں "یزید سرکش فاسقوں میں سے ہے اور اسی مکتوب میں سائل کے اس جواب میں کہ

اگر او مستحق لعنت است (الخ)
(ص ۵۸)

اگر وہ جس کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے مستحق لعنت ہے۔

فرماتے ہیں۔

اگر ایں سخن درباب یزید می گفت گنجائش
داشت

اگر یہ بات یزید کے بارے میں کہی جاتی تو اس کی گنجائش تھی۔

اور دفتر اول کے مکتوب (۲۶۶) میں فرماتے ہیں۔

ایں منکر قریں یزید بے دولت

یہ منکر فضیلت شیخین کا منکر یزید بدنصیب کا

www.ahlehaq.com

است کہ بواسطہ احتیاط در لعن او توقف کردہ اند ایذائیکہ بحضرت پیغمبر از راہ ایذا خلفائے راشدین او میرسد، در رنگ ایذائے است کہ از راہ ایذائے امامین بار رسد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ و التسلیمات (حصہ چہارم ص ۱۳۰)

ساتھی ہے کہ احتیاط کے خیال سے اس پر لعنت کرنے سے رکتے ہیں حضرت پیغمبر کو جو ایذا آپ کے خلفائے راشدین کی ایذا رسانی کے سبب ہوتی ہے وہ اسی رنگ کی ایذا ہے کہ جو حضرات امامین حسنین کی ایذا رسانی کی بنا پر آپ کو ہوتی ہے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات

بحر العلوم کی تصریح یزید کے بارے میں

اور علامہ بحر العلوم لکھنوی علیہ الرحمہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں رقم فرماتے ہیں۔

(ویزید ابنہ مع انہ کان من اخبث الفساق وکان بعیداً بمراحل من الامامۃ بل الشک فی ایمانہ خذلہ اللہ تعالیٰ والشنیعات التی صنعہا معروفۃ من انواع الخبائث) ج ۲ ص ۲۲۳ طبع مصر ۱۳۲۲ھ)

اور ان کا بیٹا یزید اگرچہ فاسقوں میں بڑا اخبث تھا اور منصب خلافت سے بمراحل (کوسوں) دور تھا بلکہ اس کے تو ایمان میں بھی شک ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھلا نہ کرے اور جو طرح طرح کی خبیث حرکتیں اس نے کی ہیں سب جانی پہچانی ہیں

اور حضرت سید احمد صاحب شہید بریلویؒ اپنے "مکتوبات" میں فرماتے ہیں

رفیق من از حزب حسین بن علی است و رفیق مخالف من از زمرہ یزید شقی

میرا رفیق حضرت حسین بن علیؓ کی جماعت میں داخل ہے اور میرے مخالف کا رفیق

۱؎ ملاحظہ ہو مکتوبات سید احمد ص ۹۴ شائع کردہ کتب خانہ رشیدیہ لاہور۔

www.ahlehaq.com

یزید شقی کے زمرہ میں

اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

بلاریب شمار کی مایا غازی است یا شہید	بلاشبہ ہمارا شریک یا غازی ہے یا شہید
و مقابل مایان ابوجہل است یا یزید	اور ہمارا مقابل ابوجہل ہے یا یزید

درق ۱۵۱ء[1]

ہندوستان کے اکابر علماء جب یزید کا نام لیتے ہیں تو اس کے نام کے ساتھ پلید کا لفظ بڑھا دیتے ہیں یا یوں لکھتے ہیں۔ یزید علیہ ما ہو اہلہ تیسیر القاری ج ۶ ص: ۲۹۹ یا یزید علیہ ما یستحقہ (تیسیر القاری ج ۲ ص ۱۵۲) اور یزید بن معاویہ علیہ من اللہ ما یستحقہ (منح الروض ۱۰۰ ۰۰۰) یعنی یزید کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے یوں لکھا کرتے ہیں۔ کہ یزید جس معاملہ کا مستحق ہے اس کے ساتھ وہی معاملہ ہو۔

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے مرشد اور شیخ مولانا اشرف علی تھانوی رح کے فتاویٰ یزید کے بارے میں امداد الفتاویٰ میں طبع شدہ موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جائے وہ یزید کو فاسق ہی بتاتے ہیں[2]

غیر مقلد مفتیوں کے فتوی کی تنقیح

مطبوعہ استفتار جو "بشارت مغفرت کے امین حضرت یزید بن معاویہؓ سے متعلق ایک اہم استفتار اور اس کا جواب" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے فتوی کے بعد غیر مقلدین کے دو مفتیوں کا فتویٰ بھی یزید کے بارے میں ان الفاظ میں درج ہے۔

---

[1] ان دونوں حوالوں کے بارے میں ہم مولانا سید لعل شاہ بخاری عم فیوضہم کے ممنون ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۵

www.ahlehaq.com

"الجواب۔ امیر یزید علیہ الرحمۃ کے متعلق علاوہ تاریخی حوالجات کے صحیح بخاری کی حدیث مذکورہ سوال بین طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر دال ہے۔ پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور فرمائیں اور ہم یزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس میں کفر کی وجہ نہ ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پیشگوئی میں اس کو مغفور فرمائیں یہ کافر فاسق و فاجر کہنے والا خود اس کا مستحق بن رہا ہے۔ ایسے خیالات و نظریات بابت یزید علیہ الرحمۃ رکھنے والے کے پیچھے نماز کی ممانعت کہاں؟ واللہ اعلم بالصواب۔"

مفتیان بالا کی رائے صحیح ہے

ابوالفضل عبدالحنان

۶۳۱ ہ/۹۵

مولانا
محمد یوسف خاں
مفتی پاکستان کراچی
کلکتہ والے

نواب صدیق حسن خاں کا فیصلہ یزید کے بارے میں

صحیح بخاری کی حدیث پر تو تفصیلی بحث گذر چکی، اور ان دونوں مفتیوں کا غیر مقلدین میں جو مقام ہے وہ جانیں، ہندوستان میں نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم سے بڑھ کر اہل حدیث میں کوئی کثیر التصانیف نہیں گزرا۔ ان کا جو فیصلہ یزید کے بارے میں ہے وہ ہم اُن کی کتاب "بغیۃ الرائد فی شرح العقائد" سے جو "عقائد نسفیہ" کی شرح ہے۔ پیش کئے دیتے ہیں۔ اور چونکہ اس کتاب کا تعلق علم عقائد سے ہے اس لئے اہل حدیث حضرات کو یزید کے بارے میں جو عقیدہ رکھنا چاہیئے

www.ahlehaq.com

نواب صاحب اسی کو بیان کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

و بعضے براه غلو و افراط در شان وے روند و گویند امارت او باتفاق مسلمانان شد و طاعت وے بر امام حسین رضی اللہ عنہ واجب بود، و بخدا پناه ازیں قول و اعتقاد کہ وے باوجود امام حسین امام و امیر شود، و اتفاق مسلمانان کجا است، جمعے از صحابہ و اولاد ایشان کہ در زمان آں پلید بودند انکارش کردند و از طاعت او بیروں رفتند۔ و بعضے از اہل مدینہ بعد دریافت حال خلع بیعت کردند،

اور بعض لوگ یزید کے بارے میں غلو و افراط کا راستہ اختیار کر کے کہتے ہیں کہ اس کو تو مسلمانوں نے بالاتفاق امیر بنایا تھا لہٰذا اس کی اطاعت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر واجب تھی۔ اس بات کے زبان سے نکالنے اور اس پر اعتقاد رکھنے سے اللہ کی پناہ کہ وہ امام حسینؓ کے ہوتے ہوئے امام اور امیر ہو اور مسلمانوں کا اتفاق کیسا۔ صحابہ کی ایک جماعت اور ان کی اولاد کہ جو اس پلید کے زمانہ میں تھی ان سب نے اس کا انکار کیا اور اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے۔ اور اہل مدینہ کے بعض حضرات کو جب اس کے حال کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کی بیعت توڑ ڈالی۔

و وے تارک صلوٰۃ و شارب خمر و زانی و فاسق و مستحل محارم بود و بعضے بروے اطلاق لعن کرده مثل امام احمد و امثال ایشان و ابن جوزی لعن وے از سلف نقل نموده زیرا کہ وے وقت امر بقتل حسین کافر شد و کسے کہ قتل

اور وہ تو تارک صلوٰۃ، شراب خوار، زانی، فاسق اور محرمات کا حلال کرنے والا تھا۔ اور بعض علما جیسے امام احمد اور ان جیسے دوسرے بزرگ ہیں اس پر لعنت کو روا رکھتے ہیں حافظ ابن جوزی نے سلف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کیا ہے کیونکہ جس وقت اس نے حضرت حسینؓ کے قتل کا حکم دیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے بھی حضرت ممدوحؓ کو قتل کیا

www.ahlehaq.com

وے کردیا امر بدان نمود بر جواز لعن وے اتفاق کردہ اند تفتازانی گفتہ حق آنست کہ رضائے یزید بقتل حسین و استبشار وے بدان و اہانت نمودن اہل بیت متواتر المعنی است اگرچہ تفاصیلش احاد باشد فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ انتہی وبالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد اکثر مردم وکارہائے کہ آن بے سعادت درین امت کردہ از دست ہیچ کس ہرگز نیاید۔

یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا اس پر لعنت کے جواز پر اتفاق ہے۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ قتل حسین پر یزید کی رضامندی اور اس پر اس کا خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا یہ متواتر المعنی ہے گو اس کی تفصیلات کا ثبوت اخبار احاد سے ہو لہذا ہم اس کے بارے میں تو کیا اس کے ایمان کے بارے میں بھی توقف سے کام نہیں لیتے۔ اللہ تعالی کی اس پر بھی لعنت ہو اور اس بارے میں اس کے اعوان وانصار پر بھی"۔ (تفتازانی کا کلام یہاں ختم ہو گیا) بہر حال وہ اکثر لوگوں کے نزدیک انسانوں میں سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اور جو برے کام اس منحوس نے اس امت کے اندر کیے ہیں وہ ہرگز کسی کے ہاتھوں نہیں ہو سکتے۔

بعد قتل امام حسین لشکر بتخریب مدینہ منورہ فرستاد و بقیہ صحابہ و تابعین را امر بقتل کرد و بالحاد در حرم مکہ و قتل عبداللہ بن الزبیر پرداخت وہم دریں حالت ناپسندیدہ از دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع او کجا

امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کرنے کے بعد اس نے مدینہ منورہ کی تخریب کے لیے لشکر بھیجا اور جو صحابہ و تابعین وہاں باقی رہ گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر حرم مکہ کی عزت کو پامال کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کے قتل کرنے کے درپے ہو گیا۔ اور اسی ناپسندیدہ حالت میں دنیا سے چل بسا اب اس کے توبہ کرنے اور باز آنے کا

www.ahlehaq.com

است (ص ۶۳ طبع مطبع علوی لکھنو   احتمال ہی کہاں رہا۔

شش (۱۱۶)

علامہ مقبلی کی رائے یزید کے بارے میں

اور علامہ صالح بن مہدی مقبلی کو کبانی نزیل مکہ جن کے مجتہد ہونے کی قاضی شوکانی نے "البدر الطالع" میں تصریح کی ہے اپنی کتاب "العلم الشامخ فی تفضیل الحق علی الآباء والمشائخ" میں رقمطراز ہیں۔

وا عجب من ذالك من	اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید
یحسن لیزید المریدلہ الذی	مریدلہ کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے۔ (یہ یزید وہی تو ہے)
فعل بخیار الامۃ ما فعل،	جس نے بزرگانِ امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ
وھتك مدینۃ الرسول	کیا مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو خاک
صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم	میں ملایا سبط پیمبر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وقتل الحسین السبط و	اور ان کے اہل بیت کو شہید کیا اور ان کی بے عزتی
اھل بیتہ وھتکھم وفعل	کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنانِ اسلام
مالو استمکن من مثل فعلہ	نصاریٰ کا بھی ان پر قابو چلتا تو شاید ان کا برتاؤ بھی
عل وھم من النصاری جا	ان حضرات کے ساتھ اس سے نرم
کان ارفق منہ	ہی ہوتا۔
ومن جملۃ المحسنین لہ	اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں حجۃ
حجۃ الاسلام الغزالی ولکنہ	الاسلام غزالی بھی ہیں۔ لیکن وہ اپنی تمام کارگزاری
فی تصرفاتہ کلھا کحاطب	میں حاطب اللیل (رات کے اندھیرے میں

لہ مطبوعہ نسخہ میں المریدلہ کے بجائے المرتد ہے۔ ۲ "مرید" کے معنی سرکش کے ہیں۔

لیل یجمع فی حطبہ الحیۃ
والعقرب ولا
یدری۔

ومایھون صنم یزید
الا مخذول ادرکتہ
الشقاوۃ فی مشارکتہ
بطوامہ الموبقات فایاک
والتفریط والافراط،
ولکن الصبر عنہما کالقبض
علی الجمر سیما مع تراکم الجھل
کزمننا ھذا انسأل اللہ
العافیۃ والسلامۃ آمین

ومن غریب الفقہ ماذکرہ
ابن حجر الھیتمی فی صواعقہ
أنہ لایجوز لعن یزید وان
کان یجوز بالاجماع لعن من
شرب الخمر ومن قطع الارحام
ومن ھتک مدینۃ الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم ومن قتل
الحسین او امر بقتلہ اورضی
بقتلہ۔ قال واما یزید

لکڑیاں جمع کرنے والے) کی طرح ہیں کہ جو اپنی
لکڑیوں میں سانپ بچھو بھی جمع کرلیتا ہے اور
اسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

اور یزید کی حرکت کو وہی معمولی سمجھے گا جو
توفیق الٰہی سے محروم ہو اور جس کو شقاوت نے
گھیر لیا ہو اس طرح وہ بھی اس کے مہلک کرتوتوں
میں اس کا شریک بن گیا۔ لہٰذا تمہیں تفریط وافراط
سے بچنا چاہیے۔ لیکن اس سلسلہ میں صبر سے کام لینا
ایسا ہی ہے جیسے انگارے کو مٹھی میں پکڑ لینا خصوصاً
جبکہ جہالت امڈی چلی آتی ہو جیسا کہ ہمارے
زمانہ میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامتی
کے خواہاں ہیں۔ آمین

اور فقہ کا نرالا مسئلہ جس کو ابن حجر ہیتمی نے
اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں بیان کیا ہے
یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں اگرچہ
بالاجماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے جو
میخوار ہو اور جو قطع رحمی کا مرتکب ہو اور جو
مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال
کرے۔ اور جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم دے یا ان کے قتل
سے راضی ہو فرماتے ہیں۔ لیکن خود یزید پر لعنت نہ

www.alhaqq.com

بعینه فلاداں کان قد فعل هذه
الاشیاء فهو فاسق قطعاً. ونجد
فی فقههم نحو کلام اعنی انه لا
یجوز لعن المعین فهی کلیة فیقال
لهم قیاس الدلالة علی فقهکم
هذا: ان لا یحد شارب الخمر
المعین والزانی المعین الی غیر
ذلك فی جمیع احکام الشریعة لان
الطریقة واحدة فطاح
ایضاً منطقکم لان هذا الشکل
الاول الضروری خالفتموه فای
برهان یقام بعده وصورته:

هذا یزید شرب
الخمر، وشارب الخمر
ملعون هذا یزید
ملعون.

ولو قالوا ینبغی تحامی ذلك
من باب قوله صلی الله علیه وآله
وسلم "لیس المؤمن باللعان" لکان
فیه مندوحة للمتقین والله اعلم

(ص ۳۶۸ طبع مصر ۱۳۲۵ھ)

کر سکتے اگرچہ اس نے ان تمام امور کا ارتکاب کیا تھا
اور وہ قطعاً فاسق تھا اور جیسا کہ ان کا بیان ہے
ایسا ہی ہم ان کی فقہ میں پاتے ہیں کہ کسی متعین شخص پر
لعنت کرنا روا نہیں یہ ان کا کلیہ ہے۔ تو ان کی خدمت
میں عرض ہے کہ تمہاری اس فقہ میں تو قیاس الدلالۃ
کی بنا پر یوں ہونا چاہیے تھا کہ نہ کسی معین شرابخوار
پر حد لگائی جاتی اور نہ کسی معین زانی پر، اور اسی
طرح اور سارے احکام شرعیہ میں بھی یہی ہونا چاہیے
تھا۔ کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے۔

اور اس صورت میں تمہاری منطق بھی ہوا میں اڑ گئی،
کیونکہ تم تو منطق کی اس شکل اول کی بھی جو بدیہی الانتاج
ہے مخالفت کر رہے ہو۔ لہذا اب اس کے بعد اور کونسی دلیل
تمہارے سامنے ٹھہر سکتی ہے۔ کیونکہ قیاس کی شکل اول
کی صورت یہ ہے (۱) یہ ہے یزید جس نے شراب پی ہے
اور (۲) شراب کا پینے والا ملعون ہے۔ (۳) لہذا یہ
یزید ملعون ہے۔

ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کرنے سے اس لئے
بچنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد
گرامی ہے "مومن لعنت کا ڈھیر نہیں لگایا کرتا"
تو بیشک اس صورت میں اہل تقویٰ کے لئے اس سے
بچنے کی گنجائش ہوتی، واللہ اعلم

www.ahlehaq.com

اب نواب صدیق حسن خاں اور علامہ مقبلی کے مقابلہ میں ان دونوں نام نہاد غیر معروف مفتیوں کے فتوی کی جو وقعت ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔

یزید کی طہارت و مغفرت کی بحث اور "صحیح بخاری" کی اس حدیث کے بارے میں جو استفتاء میں مذکور ہے ان غیر مقلد مفتیوں کا یہ کہنا کہ

"حدیث مذکور در سوال بیّن طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر دال ہے، پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور فرمائیں اور ہم یزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں"۔

اور پھر مکرر اس بات پر زور دینا اور یہ کہے جانا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو پیش گوئی میں اس کو مغفور فرمائیں"۔

اور اسی طرح مولوی محمد صابر نائب مفتی کا یہ لکھنا کہ

"امیر یزید . . . . از روئے حدیث بخاری شریف مغفور لہم میں داخل ہیں"۔

محض غلط ہے۔ اگر یہ لوگ خود تحقیق کرتے یا محققین اہل علم سے دریافت کرتے تو ہرگز ایسی شدید غلطی میں مبتلا نہ ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا تحقیق ایک غلط بات کو منسوب کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیتے۔

غور فرمایئے "صحیح بخاری" کی جو حدیث استفتاء میں درج ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم۔	میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر پر جنگ کرے گا اس کی بخشش کر دی گئی ہے۔

اس کے بارے میں پہلے سوال کے جواب میں تفصیل سے یہ بحث گزر چکی ہے کہ

یزید کی نیت جہاد کی تھی ہی نہیں وہ تو زبردستی باپ کے دباؤ کی وجہ سے غازیان روم میں شامل ہو گیا تھا ورنہ اسے جہاد کفار سے کیا سروکار، آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ یزید نے جیسے ہی تخت حکومت پر قدم رکھا اپنی پہلی ہی تقریر میں بحری اور سرمائی جہاد کی معطلی کا اعلان کیا۔

یزید کا جزیرہ رودس اور جزیرہ ارواد سے مجاہدین کو واپس بلا لینا

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ۵۳ھ میں جزیرہ "روڈس" فتح ہوا اور وہاں مسلمانوں کی فوجی چھاونی قائم کردی گئی۔ اس چھاونی کی وجہ سے بحر روم میں عیسائی فوجوں کی نقل و حرکت خطرہ میں پڑ گئی تھی، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مجاہدین اسلام کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ہر وقت ان کی مدد پر کمربستہ رہتے تھے مگر ان کے نالائق بیٹے نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ان مجاہدین کو اس جزیرہ سے منتقل کے فوری احکام بھیجے آخر وہ بیچارے پیچھے سے رسد اور کمک کے منقطع ہو جانے کے ڈر سے شاہی حکم کے مطابق "روڈس" کو خالی کرکے اپنی زمین جائداد، کھیت اور باغات کو خیرباد کہہ کر بادل ناخواستہ وہاں سے چلے آئے اور یوں بغیر لڑے بھڑے مفت میں یہ مسلمانوں کا مفتوحہ جزیرہ نصاریٰ کے ہاتھ آ گیا۔[1]

اسی طرح ۵۴ھ ہجری میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ "ارواد" فتح کیا تھا وہاں بھی مسلمان سات سال تک قابض رہے مگر یزید کو وہاں بھی مسلمانوں کا قبضہ ایک آنکھ نہ بھایا اور اپنے دورِ حکومت کے پہلے ہی سال میں مسلمانوں کو وہاں سے واپسی کا حکم دے کر بلوا لیا۔[2]

ظاہر ہے کہ جب یزید نے بحری جنگ بند کردی تھی تو وہ ان دونوں جزیروں پر

---

[1] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ از ابن کثیر بسلسلہ واقعات و حوادث ۵۳ھ ہجری۔

[2] تاریخ طبری بضمن واقعات ۶۰ھ ہجری۔

اپنا قبضہ کیسے برقرار رکھ سکتا تھا۔

اس امر پر بھی بحث ہو چکی ہے کہ اس حدیث میں مغفرت سے "مغفرت عام" مراد نہیں ہے۔ کہ سارے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا پروانہ مل گیا ہو، بلکہ تمام اعمال صالحہ میں جہاں مغفرت کا ذکر آتا ہے وہاں بالاتفاق سابقہ گناہوں کی مغفرت مراد ہوتی ہے اور وہ بھی عام طور پر صغائر کی مغفرت، کبائر کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ بغیر توبہ کے معافی لازمی نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مشیت پر معاملہ موقوف رہتا ہے کہ وہ رب کریم چاہے تو اپنے فضل سے معاف کر دے اور چاہے تو ازراہِ عدل اس گناہ کی پاداش میں عذاب فرمائے۔

"مدینہ قیصر" سے کیا مراد ہے اس حدیث میں "مدینہ قیصر" کے جو الفاظ ہیں وہ بھی غور طلب ہیں: "مدینہ قیصر" یعنی شہر قیصر کی تعیین کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ اس شہر سے کونسا شہر مراد ہے۔ اس لئے اس کی تعیین میں تین شہروں کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(۱) "مدینہ قیصر" سے مراد وہ شہر ہے جہاں قیصر اس وقت مقیم تھا جبکہ زبانِ رسالت سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ یعنی "حمص" جو کہ شام کا مشہور شہر ہے۔ اور جو یزید کی پیدائش سے بہت پہلے ۱۵ھ ہجری میں عہد فاروقی ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ چنانچہ سابق میں گزر چکا ہے۔ کہ بعض علماء نے اس حدیث میں "مدینہ قیصر" سے "حمص" ہی کو مراد لیا ہے۔

(۲) شہر "رومہ" جو قدیم زمانہ سے قیاصرہ روم کا دارالسلطنت چلا آرہا تھا۔ "رومہ" پر بھی اگرچہ مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں لیکن یہ حملہ یزید کی حیات میں نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اس کے مرنے کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔

(۳) شہر "قسطنطنیہ" جو قسطنطین اعظم کا پایہ تخت تھا۔

حدیث "مدینہ قیصر" کا مصداق سلطان محمد فاتح اب اگر "مدینہ قیصر" کو

قسطنطنیہ ہی قرار دینے پر اصرار ہے تو انصاف یہ ہے کہ اس بشارت نبوی کا مصداق یزید پلید نہیں بلکہ سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ علیہ الرحمۃ اور ان کی فوج ظفر موج ہے یہی وہ مجاہدین اسلام ہیں جن کی شمشیر خارا شگاف نے عیسائیت کے اس مرکز کو فتح کر کے اس کو قلمرو اسلامی میں داخل کیا۔ اور پھر وہ "بغداد" کے بعد صدیوں تک مسلمانوں کا دار الخلافہ رہا تا آنکہ مصطفٰے کمال نے اپنی حماقت سے خلافت ہی کے سلسلہ کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکزیت اور یکجہتی کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا اور اب شاید امام مہدی کے آنے پر ہی خلافت کا دوبارہ قیام عمل میں آئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جن احادیث میں کسی غزوہ پر بشارت آتی ہے اس میں عام طور پر فتح و کامرانی ہی مراد ہوتی ہے اس لئے اس حدیث کے صحیح مصداق اگر "مدینۂ قیصر" سے "قسطنطنیہ" ہی مراد لیا جائے تو فاتحین "قسطنطنیہ" ہی ہو سکتے ہیں۔ بھلا یزید اس بشارت کا مصداق کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ وہ تو قریش کے ان شریر النفس لونڈوں میں سر فہرست ہے جن کے متعلق زبان رسالت سے پیش گوئی کی جا چکی ہے کہ امت کی تباہی ان کے ہاتھوں ہوتی ہے۔

یزید قسطنطنیہ کی پہلی مہم میں شریک نہ تھا

یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ حدیث میں اول جیش من امتی (میری امت کا پہلا لشکر) کے الفاظ آئے ہیں اور یزید کے زیر کمان جو لشکر "قسطنطنیہ" کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ "قسطنطنیہ" پر حملہ آور ہونے والا پہلا لشکر قطعاً نہ تھا۔ بلکہ اس سے بہت پہلے اسلامی لشکر "قسطنطنیہ" پر جا کر جہاد کر چکے تھے۔ یزید کس سنہ میں "قسطنطنیہ" پر حملہ آور ہوا اس کے بارے میں اگرچہ مورخین کے بیانات مختلف ہیں لیکن ۴۹ھ ہجری سے پہلے کوئی مورخ اس واقعہ کو بیان نہیں کرتا۔ ناصبیوں کے

شیخ التاریخ محمود احمد عباسی کا بھی "خلافت معاویہ و یزید" میں یہی بیان ہے
وہ لکھتے ہیں۔

"۴۹ھ" میں حضرت معاویہؓ نے جہاد قسطنطنیہ کے لئے بری اور بحری حملوں کا انتظام کیا۔ بری فوج میں شامی عرب تھے، خصوصاً بنو کلب جو امیر یزید کا ننھیالی قبیلہ تھا۔ ان کے علاوہ حجازی و قریشی غازیوں کا بھی دستہ تھا۔ جس میں صحابہ کرام کی ایک جماعت شامل تھی۔ اس فوج کے امیر اور سپہ سالار امیر المؤمنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے۔ یہی وہ پہلا اسلامی جیش ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا اسی اسلامی فوج کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت مغفرت دی تھی۔" (ص ۳۷ طبع چہارم)

اگرچہ خود دولت نے بھی اسی کتاب میں (ص ۷۹، ۸۰) امیر شکیب ارسلان کی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" کی تعلیقات سے بحوالہ "طبقات ابن سعد" اس غزوہ کی تاریخ ۴۹ھ ہجری ہی نقل کی ہے۔ بہرحال ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ کی کسی مہم میں یزید کی شرکت ثابت نہیں ہے۔

اور کتب حدیث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ۴۹ھ ہجری سے بہت پہلے غازیانِ اسلام قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں مذکور ہے۔

حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا ابن وهب عن حيوة بن شريح وابن لهيعة عن يزيد بن ابي حبيب عن اسلم ابي عمران قال غزونا من المدينة نريد	اسلم ابی عمران کا بیان ہے کہ ہم مدینہ نبوی سے جہاد کے لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت امیر جیش حضرت عبدالرحمن بن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ رومی فوج شہر پناہ سے

القسطنطينية وعلى الجماعة
عبد الرحمن بن خالد بن الوليد
والروم ملصقو ظهورهم بحائط
المدينة فحمل رجل على العدو
فقال الناس مه مه لا اله الا
الله يلقي بيديه الى التهلكة
فقال ابو ايوب انما انزلت
هذه الآية فينا معاشر
الانصار لما نصر الله نبيه
صلى الله عليه وسلم واظهر
الاسلام قلنا هلم نقيم في
اموالنا ونصلحها فانزل الله
عز وجل وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ
اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى
التَّهۡلُكَةِ فالالقاء بايدينا
الى التهلكة ان نقيم في
اموالنا ونصلحها وندع الجهاد
قال ابو عمران فلم يزل
ابو ايوب يجاهد في سبيل الله
عز وجل حتى دفن بالقسطنطينية

پشت لگائے مسلمانوں سے آمادہ پیکار تھی۔ اسی اثناء میں مسلمانوں کی صفوں سے نکل کر ایک شخص نے دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ لوگ کہتے رہے "رکو رکو لا الٰہ الا اللہ یہ شخص تو خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے" یہ سن کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے میں اتری ہے۔ (واقعہ یہ ہے) کہ جب حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور اسلام کو غلبہ نصیب فرمایا تو ہم نے کہا تھا کہ اب تو ہم کو مدینہ میں رہ کر اپنے اموال کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ اس پر اللہ عز وجل نے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) لہذا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تو جہاد کو چھوڑ کر ہمارا اپنے اموال کی خبر گیری اور اس کی اصلاح کے خیال سے اپنے گھر میں بیٹھ رہنا تھا۔

ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل راہ خدا میں جہاد ہی کرتے رہے تا آنکہ آپ دفن بھی قسطنطنیہ ہی میں ہوئے۔

باب في قوله عز وجل وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ

www.ahlehaq.com

اور اسی غزوہ کا وہ واقعہ ہے جس کو امام ابوداؤد ہی نے "کتاب السنن" کے "باب فی قتل الاسیر بالنبل" میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

حدثنا سعيد بن منصور ثنا عبد الله بن وهب قال أخبرني عمرو بن الحارث عن بكير بن الأشج عن ابن تعلى قال غزونا مع عبد الرحمن بن خالد بن الوليد فأتي بأربعة أعلاج من العدو فأمر بهم فقتلوا صبراً. قال ابو داؤد قال لنا غير سعيد عن ابن وهب في هذا الحديث قال. بالنبل صبراً فبلغ ذلك أبا أيوب الانصاري فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن قتل الصبر فوالذي نفسي بيده لو كانت دجاجة ما صبرتها فبلغ ذلك عبد الرحمن بن خالد بن الوليد فأعتق أربع رقاب

ابن تعلی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جہاد میں شریک تھے (اسی مہم میں) ان کے سامنے دشمن کے چار ہٹے کٹے شخص پیش کئے گئے جن کے قتل کرنے کا انہوں نے حکم دیا۔ اور تعمیل حکم میں ان کو باندھ کر قتل کروا ڈالا ۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاذ سعید بن منصور کے علاوہ ایک دوسرے صاحب نے ابن وہب سے اس حدیث میں یوں نقل کیا ہے کہ ان چاروں کو باندھ کر تیروں کا ہدف بنایا گیا تھا جب اس امر کی خبر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ اس طرح باندھ کر قتل کرنے سے منع فرماتے تھے پس قسم ہے اس ذات عالی کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی مرغی بھی ہو تو میں اس کا اس طرح باندھ کر نشانہ نہ لوں۔ پھر آپ کے اس فرمانے کی اطلاع جب حضرت عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے اس کے کفارے میں چار غلام آزاد کئے۔

www.ahlehaq.com

حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بعض محدثین نے صغار صحابہ میں ذکر کیا ہے یہ بھی اپنے والد بزرگوار حضرت سیف اللہ خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح شجاع و دلیر تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

اخرج ابن عساکر من طرق کثیرۃ انہ کان یؤمر علی غزو الروم أیام معاویۃ

حافظ ابن عساکر نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں ان کو رومیوں سے جو جنگیں لڑی جاتی تھیں ان میں امیر بنایا جاتا تھا۔

امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ۴۳ھ اور ۴۴ھ کے واقعات کے ضمن میں اور حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں ۴۳ھ اور ۴۶ھ ہجری کے واقعات کے ذیل میں بلاد روم میں ان کی زیر امارت رومیوں سے مسلمانوں کے سرمائی جہاد کا ذکر کیا ہے افسوس ہے کہ ۴۶ھ ہجری ہی میں ان کو حمص میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا تھا یہ اپنے غزوات و جہاد کی وجہ سے شامی مسلمانوں میں بڑے محبوب و بااثر تھے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ یزید تو ۴۹ھ ہجری یا اس کے بھی کئی سال بعد ۵۲ھ یا ۵۵ھ میں قسطنطنیہ کی مہم پر روانہ ہوا تھا۔ اور یہ اس سے برسوں پہلے قسطنطنیہ کی شہر پناہ پر جنگ کر چکے ہیں۔ سردست ہم "غزوہ قسطنطنیہ" کے سلسلہ میں اسی قدر بحث پر اکتفا کرتے ہیں۔ زندگی بخیر رہی اور حق تعالیٰ نے توفیق دی تو تفصیلی بحث اس حدیث پر ان شاء اللہ تعالیٰ آپ ہماری کتاب "یزید کی شکل و صورت حدیثوں کے آئینے میں" میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ شارح بخاری مہلب المتوفی ۴۳۵ھ جنھوں نے سب سے پہلے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ حدیث بخاری سے یزید کی منقبت نکلتی ہے۔ اندلس میں مالقہ کے قاضی تھے اور اندلس میں اس زمانے میں خلفاء بنی امیہ کا آخری تاجدار ہشام بن محمد المعتمد علی اللہ فرمانروا تھا۔ انھی موصوف کی یہ ساری کارگزاری جیسا کہ محدث قسطلانی نے شرح بخاری (ج ۵ ص ۱۰۱) میں تصریح کی ہے بنی امیہ کی حمیت میں تھی۔

www.ahlehaq.com

یزید کا عقیدہ اور عمل دونوں خراب تھے خلاصہ بحث یہ ہے کہ یزید علیٰ اہل سنت جماعت کی تحقیق کے مطابق عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے نہایت خراب آدمی تھا اس کے عقیدہ میں دو خرابیاں تھیں۔

(۱) "ناصبیت" یعنی حضرت علیؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے عداوت چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالےٰ کی یزید کے بارے میں تصریح ہے کہ "از روسائے نواصب است" [1]

اور مورخ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں۔

یزید بن معاویة کان ناصبیاً فظاً غلیظاً جلفاً یتناول المسکر ویفعل المنکر افتتح دولته بقتل الشهید الحسین رضی الله عنه واختتمها بوقعة الحرة فمقته الناس ولم یبارك في عمره وخرج علیه غیر واحد بعد الحسین رضی الله عنه کاهل المدینة قاموا لله (الروض الباسم في الذب عن سنة ابي القاسم ج ۲ ص ۳۶ طبع منیریہ مصر)

یزید بن معاویہ ناصبی تھا سنگدل بدزبان غلیظ جفاکار مے نوش بدکار۔ اس نے اپنی حکومت کا افتتاح حسین شہید رضی اللہ عنہ کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ (کے قتل عام) پر، اسی لئے لوگوں نے اس پر پھٹکار بھیجی اور اس کی عمر میں برکت نہ ہوئی حضرت حسینؓ کے بعد بہت سے حضرات نے اس کے خلاف محض اللہ فی اللہ خروج کیا جیسے کہ حضرات اہل مدینہ نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۲) "ارجاء" یعنی "ناصبی" ہونے کے ساتھ "مرجی" بھی تھا چنانچہ سوال اول کے جواب میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ کی تصریح اس کے بارے میں گزر چکی ہے اور "ارجاء" کی تفصیل بھی وہیں مذکور ہے۔ اور رہی اس کی بدعملی سو اس کے اعمال قبیحہ اور حرکات شنیعہ کی تفصیل سے اس مقالہ کے اوراق پر ہیں یہ خود ہی سوچ لیجئے کہ ایسے نابکار و نالائق شخص کی محبت کا دم بھرنا اور اسکے گن گانا کیا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے؟

---

[1] مکتوب قاسمی درباره شہادت حسین طبع ملتان ص ۳۹

www.ahlehaq.com

حافظ ابن تیمیہ کا فتویٰ یزید سے محبت کے بارے میں

وأما ترك محبته فلان المحبة الخاصة انما تكون للنبيين والصديقين والشهداء والصالحين وليس واحداً منهم وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم المرء مع من احب ومن آمن بالله واليوم الآخر لا يختار ان يكون مع يزيد ولا مع امثاله من الملوك الذين ليسوا بعادلين (مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۴۸۴)

حافظ ابن تیمیہ نے ٹھیک ہی لکھا ہے کہ یزید سے محبت نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ محبت خاص کر انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین سے رکھی جاتی ہے اور یزید کا شمار ان میں سے کسی زمرہ میں بھی نہیں۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "انسان کا حشر انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے اسے محبت ہوگی۔" اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کرے گا کہ اس کا حشر یزید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں تھے۔

روافض و نواصب دونوں راہِ ہدایت سے دور ہیں

آخر میں ہم اتنا اور عرض کریں گے کہ احادیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو "نجوم ہدایت" بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (رواہ رزین)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ ان روایت

www.ahlehaq.com

(مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ — کو رزین نے نقل کیا ہے۔
الفصل الثالث)

اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو "کشتی نوح" سے تشبیہ دی گئی ہے
کہ جو اس میں سوار ہو گا بحر ضلالت میں غرق ہونے سے بچے گا ارشاد ہے کہ

الا ان مثل اهل بیتی فیکم	یاد رکھو میرے اہل بیت کی مثال تمہارے
مثل سفینة نوح من رکبها	لیے ایسی ہی ہے جیسے حضرت نوح علیہ
نجا، ومن تخلف عنها	السلام کی کشتی تھی کہ جو اس میں سوار
هلك رواه احمد (مشکوٰۃ	ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں
باب مناقب اهل بیت النبی	سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا
صلی الله علیه وسلم الفصل الثالث)	اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے

مطلب صاف ہے جو لوگ "سفینہ اہل بیت" سے دور رہے جیسے خوارج اور نواصب کہ "اہل بیت" کے دشمن ہیں ان کو کافر کہتے اور ان سے بغض و عناد رکھتے ہیں وہ اول وہلہ ہی میں غرق دریائے ضلالت ہوئے اور جو کشتی میں تو سوار تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضیا پاشی سے کہ نجوم ہدایت ہیں انہوں نے رہنمائی حاصل نہ کی۔ جیسے روافض ہیں تو اندھیرے اور تاریکی کی وجہ سے عین منجدھار میں جا کر ان کی کشتی بحر ضلالت میں غرقاب ہوئی اور اہل سنت و جماعت امام فخر الدین رازی کے الفاظ میں

نحن معاشر اهل السنة	ہم گروہ "اہل سنت" بحمد اللہ محبت اہل
بحمد الله رکبنا سفینة	بیت کے سفینہ میں سوار ہیں اور اصحاب
محبة اهل البیت واهتدینا	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نجم ہدایت سے
بنجم هدی اصحاب النبی صلی	رہنمائی حاصل کرتے ہیں اس لیے امیدوار

اللہ علیہ وسلم فنرجوا النجاۃ	ہیں کہ قیامت کی ہولناکیوں اور جہنم کے
من اھوال القیامۃ ودرکات	طبقات سے ہمیں نجات ملے گی اور وہ
الجحیم والھدایۃ الی مایوجب	ہدایت ہمیں عطا ہوگی جو جنت کے
درجات الجنان والنعیم المقیم	درجات اور دائمی نعمت کو واجب
	کردیتی ہے۔

محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ "شرح مشکوٰۃ" میں حدیث سفینۂ نوح کی شرح میں امام رازی کی تفسیر کبیر سے ان کی یہ عبارت نقل کی ہے یزید پلید نے نہ اہل بیت نبوی کی لاج رکھی نہ صحابہ کرام کی اس لیئے اب جو اہل سنت کے زمرہ سے خارج ہوکر نواصب کے گروہ شقاوت پژوہ میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ شوق سے یزید پر اپنی جان نچھاور کرے اپنا مال نثار کرے اور اس کی مداحی کو اپنا شعار بنائے۔

ان ساری تفصیلات سے اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سائل نے استفتا میں جو بارہ سوالات قائم کیئے ہیں وہ سب واہی تباہی شبہات پر مبنی ہیں۔ واقعہ میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور ان سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین تذلیل اور تحمیق وتجہیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ اس لیئے ایسے امور کو حقائق باور کرنے والا پکا ناصبی فاسق اور بدعتی ہے اور اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور واجب التعزیر ہے ایسا شخص نہ امامت کے لائق ہے نہ خطابت کے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والحمد للہ اولاً وآخراً

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد عبدالرشید النعمانی غفراللہ ذنوبہ

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ

خلافت اور ملوکیت کے بارے میں فکر اسلامی کے دھارے کو بدلنے کی کوشش

اہل سنت کیلئے لمحہ فکریہ

حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۴۵۶ھ نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حادثہ کربلا، واقعہ حرہ، حصار کعبہ وقتل ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان چاروں جان گسل واقعات کو اسلام کے چار رخنوں سے تعبیر کیا ہے: کیونکہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرکز کا احترام ختم ہوا، اور خلافت کا رعب داب اٹھ گیا، حادثہ کربلا سے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت خاک میں ملی، واقعہ حرہ سے مدینۃ الرسول کی بے حرمتی ہوئی، قتل ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کعبہ کی عزت کو داغ لگا۔ غرض ان چاروں ہنگاموں میں ناحق کوشوں نے وہ قیامت برپا کی کہ خدا کی پناہ، خلیفۃ الرسول، عترت پیغمبر اور اصحاب نبی سب کا بے دریغ خون بہایا۔ اور حرم نبی، خانہ کعبہ جملہ شعائر اسلام کی عظمت کا ذرہ برابر پاس لحاظ نہیں کیا۔

ان چاروں حادثات کے بارے میں ناصبیوں کا موقف یہ ہے کہ وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں اور حادثہ کربلا کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اور واقعہ حرہ کا ان صحابہ کرام کو جنہوں نے یزید کی اطاعت سے انحراف کیا تھا اور حصار کعبہ کا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ادعاء خلافت کو، شیعہ مروانیہ کا ایمان وعقیدہ یہی ہے۔ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد نہیں بلکہ خلافت کے غاصب تھے اور مسلمانوں

کے خون سے ہولی کھیلنے والے ۔حضرت حسینؓ ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو حادثۂ حرہ اور حصار کعبہ کے خونی ہنگاموں میں یزید اور عبدالملک بن مروان کی تیغ ستم کا نشانہ بنے شہید نہیں ۔ بلکہ خلافت کے باغی تھے جو اپنی بغاوت کی پاداش میں کیفر کردار کو پہنچے ۔ شیعہ مروانیہ کا یہ نظریہ مروانیوں کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوگیا تھا ۔ لیکن محمود احمد عباسی نے کتاب "خلافت معاویہ ویزید" لکھ کر اس فتنہ کو پھر نئے سرے سے زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب سنبھلی اور مظہر صدیقی نے اس فتنہ کو ہوا دی ہے

اس کتاب کے شائع ہونے سے ملک میں ایک تازہ فتنہ "ناصبیت" کا پیدا ہوگیا ہے جس سے اب تک ہندو پاک کی سرزمین یکسر پاک تھی ، اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ملک کا اچھا خاصہ سنجیدہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس فتنہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا ، اور اب تو بہت سے حلقوں میں اس کو ایک تاریخی ریسرچ کا درجہ حاصل ہے ۔

یہ کتاب سراسر فریب، خداع، تلبیس اور کذب وافتراء کا مرقع ہے ۔

اس نام نہاد تاریخی ریسرچ کے چار مآخذ ہیں۔

(۱) مستشرقین کی تصریحات ، جن کو مؤلف جا بجا آزاد اور بے لاگ محققین کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں ، اور ہر باب میں ان کے اقوال کو قول فیصل سمجھتے ہیں ۔

(۲) شیعہ مؤرخین جن کے کذب وافتراء کا جا بجا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود مؤلف ہر جگہ ان سے اپنے مطلب کی بات کہیں ان کی عبارت میں قطع وبرید کر کے اور کہیں بغیر اس کے ہی لے لیتے ہیں ۔

(۳) بعض وہ مصنفین جن پر ناصبیت کا الزام ہے اور وہ اہل بیت سے انحراف رکھتے ہیں

خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہوا اور ”خلافت علی منہاج السنۃ“ باقی نہیں رہی۔ گاڑی کو صحیح پٹری پر ڈالنے کی جو کوششیں کی گئیں اسلاف کے نزدیک وہ کوششیں صحیح تھیں۔ ائمہ اربعہ سے لے کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ تک سب کا مسلک یہی رہا ہے۔ اسی متفقہ موقف کی حمایت اور فکری شذوذ وانحراف پر عملی نقد اس کتاب کا موضوع ہے۔

Rs. 65/-
idara
ISBN 81-7101-366-4

www.ahlehaq.com